ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

۱۰ ذوالقعدہ ۱۴۳۲ھ —— اکتوبر ۲۰۱۱ء

- پاک امریکہ تعلّقات میں کشیدگی
"ڈومور" کے جواب میں "نومور"

بیاد جانشینِ امیرِ شریعت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ

کامیاب کون ہے؟

کامیاب وہ ہے جس نے اپنا مشن نہیں چھوڑا، جو مقصد کے لیے جان دے دے، جو غداروں سے روشناسی کے لیے قوم کو بروقت بیدار کردے، جو نونہالانِ وطن کو حقیقت کا راستہ بتائے، جو قوی معاشرہ کو تباہی سے بچانے کے لیے خون کا آخری قطرہ نچوڑ دے، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت یعنی اسلامی آئین بہ تشریح ختم نبوت، آخری قانون، بین الاقوامی، بین العالمی اور بین الافاقی قانون، اسلام کے تحفّظ کے لیے مرتے دم تک اس کے ساتھ وابستہ رہے وہ کامیاب ہے۔

وہ کامیاب نہیں جو قوم کا خون بہادے، جو قوم کی عزتیں لٹوادے، جو قوم کے اموال کو تباہی سے دوچار کردے، جو اسلامی آئین میں تحریف و منافقت کے دروازے کھول دے اور جو اسلامی آئین میں اسلام کا نام لے لے کر لادین، جمہوریت، اشتراکیت، فاشزم، مرزائیت اور سبائیت کے چور دروازے کھولے ہمارے نزدیک وہ کائنات کا، مسلمانوں کا، اسلام کا اور اس ملک و ملت کا بدترین دشمن ہے۔

(جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ)

- قادیانی جج!
- چناب نگر سے ناجائز اسلحہ کی برآمدگی
- مسئلہ قادیانیت اور دستور سے انحراف

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

بانی: سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ: 28 نومبر 1961ء

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

★ الحمدللہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے
★ اس سال درجہ متوسطہ سے درجہ سادسہ تک داخلے ہوئے ★ دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا
★ انگلش، عربی لینگوئج کے لیے خصوصی کلاسز ★ میٹرک کا امتحان درجہ اولیٰ کے ساتھ
★ صرف ونحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء ★ قیام وطعام، وظیفہ اور علاج کی سہولت
★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر وتحریر کی تربیت ★ لائبریری
★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

• دارالقرآن • دارالحدیث • دارالمطالعہ اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دومنزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔ لاگت فی کمرہ تین لاکھ روپے ہے۔ صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد وسامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔
نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ وعشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

ترسیلِ زر:
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان
بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

الداعی الی الخیر: ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری
مہتمم مدرسہ معمورہ ملتان

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 22 شمارہ 10 ذوالقعدہ 1432ھ — اکتوبر 2011ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس اللہ سرہ

بانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تشکیل

دل کی بات:	پاک امریکہ تعلقات میں کشیدگی ''ڈومور'' کے جواب میں ''نومور''	مدیر	2
شذرات:	جج اور قادیانی	عبداللطیف خالد چیمہ	3
//	چناب نگر سے ناجائز اسلحہ کی برآمدگی		
//	''یوم تحفظ ختم نبوت اور عرض حال''		
افکار:	قادیانیت دم توڑ رہی ہے!	عبداللطیف خالد چیمہ	8
//	سید منیر احمد بخاری (امیر مجلس احرار جرمنی) کے فرزند سید مظفر احمد بخاری کا قادیانیت سے تائب ہو کر قبول اسلام کا اعلان	ادارہ	11
//	مسئلہ قادیانیت اور دستور سے انحراف	مولانا زاہد الراشدی	12
//	''ابھی تک پاؤں سے چمٹی ہیں زنجیریں غلامی کی''	پروفیسر حمزہ نعیم	15
دین و دانش:	آیت استخلاف اور خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ (قسط:۱)	پروفیسر قاضی طاہر الہاشمی	17
//	توہین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا انجام	سید ابو معاویہ ابوذر بخاری	24
شاعری:	غزل	سید ابو معاویہ ابوذر بخاری	26
شخصیت:	جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ	مولانا حافظ عبدالرشید ارشد	27
//	شورش کے صحافتی نظریات و خدمات	مولانا مشتاق احمد چنیوٹی	40
//	**مرثیہ** (بقلم خود)	شورش کاشمیری	46
//	مولانا قاری سعید احمد رحمۃ اللہ علیہ	قاری محمد قاسم	48
آپ بیتی:	ورق ورق زندگی (قسط:۵)	پروفیسر خالد شبیر احمد	50
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	9ن
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	64

www.ahrar.org.pk
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

فیضانِ نظر —
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی —
ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسؤل —
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر —
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین —
محمد نعمان سنجرانی
nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر —
محمد یوسف شاد 0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک — 200/- روپے
بیرون ملک — 1500/- روپے
فی شمارہ — 20/- روپے

ترسیل زر بنام ماہنامہ نقیب ختم نبوت
[illegible] 100-5278-1
[illegible] 0278 [illegible]

رابطہ: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

دل کی بات
مدیر

پاک امریکہ تعلقات میں کشیدگی
''ڈومور'' کے جواب میں ''نومور''

صاحب بہادر کے تیور چڑھے ہوئے ہیں، لہجہ تلخ اور موڈ بگڑا ہوا ہے۔ بالآخر امریکی بلّی تھیلے سے باہر آگئی۔ امریکی چیئرمین جوائنٹ چیف آف سٹاف ایڈمرل مائیک مولن نے سینٹ میں بریفنگ دیتے ہوئے کہا کہ ''۱۱ ستمبر ۲۰۱۱ء کو کابل میں امریکی سفارت خانے پر حملے میں پاکستان ملوث ہے۔ پاک فوج کے ''حقانی نیٹ ورک'' سے رابطے ہیں اور آئی ایس آئی افغانستان میں امریکی اور نیٹو فورسز پر حملوں میں ملوث ہے۔ امریکی سینٹ نے پاکستان کے لیے ایک ارب ڈالر کی امریکی امداد کو حقانی نیٹ ورک کے خلاف کارروائی سے مشروط کیا''۔

اللہ کا شکر ہے کہ صدر زرداری، وزیراعظم گیلانی اور پاک فوج کے سربراہ جنرل کیانی نے پرزور الفاظ میں مائیک مولن کے اس الزام کو نہ صرف مسترد کیا بلکہ شدید مذمت بھی کی۔ وزیراعظم نے کہا کہ اب امریکہ پاکستان کو ''ڈومور'' کہنے کی پوزیشن میں نہیں۔ صدر زرداری نے پاک امریکہ تعلقات میں کشیدگی کے حوالے سے متفقہ مؤقف طے کرنے کے لیے قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کرلیا ہے۔ امریکی سنٹرل کمانڈ کے سربراہ جنرل جمیز میٹس نے اسلام آباد میں جنرل کیانی سے ملاقات کی تو جنرل کیانی نے تمام امریکی الزامات کو مسترد کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ افغانستان سے پاکستان پر حملے بند کیے جائیں۔ وزیر خارجہ نے کہا کہ امریکہ نے ریڈ لائنز کراس کیں تو پاکستان کے پاس بھی آپشن کھلے ہیں۔ جلال الدین حقانی نے پاکستان پر کبھی حملہ نہیں کیا اس لیے حقانی نیٹ ورک کے خلاف کارروائی نہیں کرسکتے۔

جنرل پرویز مشرف نے ایک فون کال پر قومی غیرت وحمیت کا سودا کیا اور ملکی وقار وعزت اور دفاع وسلامتی کو داؤ پر لگایا۔ طالبان کو امریکی زبان میں دہشت گرد قرار دے کر ان کے قتل کی مہم میں فرنٹ لائن سٹیٹ کا تمغہ حاصل کیا لیکن وہ یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑی طاقت ہیں اللہ کا فرمان ہے کہ ''وہ لوگوں میں دنوں کو الٹتا پلٹتا رہتا ہے'' افغانستان میں دس سالہ امریکی مظالم اپنے انجام کو پہنچ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجاہدینِ اسلام کی مدد کر رہا ہے اور امریکہ اپنے زخم چاٹ کر رختِ سفر باندھنے کی تیاری کر رہا ہے۔ ویت نام کے بعد امریکہ کو دوسری بڑی شکست وذلت کا سامنا ہے۔ اب وہ پاکستان کو اپنی شکست کا ذمہ دار قرار دے رہا ہے۔ پاکستان نے امریکی ''ڈومور'' کے جواب میں ''نومور'' کا پیغام دیا ہے، جبکہ امریکہ، پاکستان پر حملے کی دھمکیاں دے کر دباؤ بڑھا رہا ہے۔ یہ بہت ہی نازک لمحہ ہے۔ وزیراعظم تمام سیاسی قوتوں سے مشاورت کے بعد متفقہ موقف اختیار کریں۔ حکمرانوں نے اس وقت بہ ظاہر جو مؤقف اختیار کیا ہے وہ پوری قوم کی آواز ہے۔ اس میں لچک اور کمزوری پیدا نہیں ہونی چاہیے۔ ہماری معمولی کمزوری سے خدانخواستہ دشمن فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ چند کلیوں پر قناعت کرنے والے حکمران دیکھ چکے ہیں کہ گلشن میں علاجِ تنگئ داماں بھی ہے۔ بے وفا امریکہ کا کوئی بھروسہ نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس نے کسی سے وفا نہیں کی۔ اس کی دوستی ودشمنی دونوں کا اعتبار نہیں۔ اب اگر امریکہ کوئی لچک دکھائے بھی تو ہمیں اپنے مؤقف سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔

امیدِ وصل نے دھوکے دیے ہیں اس قدر حسرت
کہ اس کافر کی ''ہاں'' بھی اب ''نہیں'' معلوم ہوتی ہے

حج اور قادیانی

عبداللطیف خالد چیمہ *

قادیانی گروہ دراصل ایک ایسی خفیہ سیاسی تحریک کا نام ہے جو مسلمانوں کو ان کے اصل مرکز وحدت وعقیدت سے الگ کر کے فتنۂ اِرتداد سے جوڑنے کے لیے سرگرمِ عمل ہے۔ قادیانی قرآن وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں درج ۱۹۷۴ء کی قرار دادِ اقلیت ۱۹۸۴ء کے امتناع قادیانیت ایکٹ اور اعلیٰ عدالتی فیصلوں کی رو سے مسلمان کہلانے کے حق دار نہیں۔ مکہ مکرمہ میں ۶ تا ۱۰/ اپریل ۱۹۷۴ء پورے عالمِ اسلام کی ۱۴۴ تنظیموں کے نمائندوں کا مشترکہ اجلاس ہوا، جو مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک کے مسلمانوں کے نمائندہ اجتماع نے مرزائیت پر جو قرار داد منظور کی وہ اجماع کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس اجتماع میں یہ بھی قرار پایا کہ مرزائیوں کو حرمین شریفین میں داخلہ کی اجازت نہیں دی جاسکتی، قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا. (توبہ: ۲۸)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! یقیناً مشرک ناپاک ہیں۔ اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آئیں۔''

اس اعتبار سے لاہوری وقادیانی مرزائیوں کا حدودِ حرمین شریفین میں داخلہ ممنوع ہے اور سعودی حکومت اِس پر کاربند بھی ہے۔ لیکن قادیانی خلیفہ مرزا محمود احمد نے ۱۹۲۱ء میں کیا کہا تھا، ملاحظہ فرمائیے!

> ''بچپن سے میرا خیال ہے، جس کا میں نے دوستوں سے بار بار ذکر بھی کیا ہے کہ میرے نزدیک احمدیت کے پھیلنے کے لیے اگر کوئی مضبوط قلعہ ہے تو مکہ مکرمہ ہے۔ دوسرے درجہ پر پورٹ سعید۔ اگر کوئی شخص وہاں چلا جائے تو ساری دنیا میں احمدیت کو پہنچا سکتا ہے۔ وہاں سے ہر ایک ملک کا جہاز گزرتا ہے۔ ٹریکٹ تقسیم کیے جائیں۔ اس طرح ایسے ایسے علاقوں میں حضرت صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی) کا نام پہنچ جائے، جہاں ہم مدتوں نہیں پہنچ سکتے۔ مگر مکہ مکرمہ سب سے بڑا مقام ہے۔ وہاں کے لوگ ہمارے بہت کام آسکتے ہیں۔''
>
> (خطبہ جمعہ مرزا محمود احمد خلیفہ قادیانی مندرجہ اخبار ''الفضل'' قادیان، مجریہ ۱۴/ جولائی ۱۹۲۱ء، ج ۹، نمبر ۴، ص ۸)

ایک انڈر گراؤنڈ خطرناک سیاسی تحریک کے طور پر قادیانی حرمین شریفین پہنچ کر شورش وفتنہ پیدا کرنے کے لیے ہمیشہ سرگرمِ عمل رہے جس کی مستقل ایک الگ تاریخ ہے۔ گزشتہ کئی برسوں سے وہ حج وعمرہ کے بہانے سعودی عرب جا کر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ۲۰۰۷ء میں سعودی حکومت نے جدہ میں قادیانیوں کے خفیہ مرکز پر چھاپہ مار کر تقریباً ایک سو قادیانیوں کو گرفتار بھی کر لیا تھا اور پوری دنیا میں یہ خبریں نشر ہوئیں تھیں۔ پاکستان میں مذہبی حلقوں کے تعاقب اور خصوصاً پاسپورٹ میں مذہب کے خانے کی موجودگی میں قادیانیوں کا حج وعمرہ پر جانا تقریباً ممکن نہیں لیکن دنیا

*سیکرٹری جنرل مجلس احرارِ اسلام پاکستان

کے دیگر ممالک خصوصاً امریکہ، یورپ سے وھاں کے پاسپورٹس پر قادیانی حج وعمرہ پر جانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی تک قدرے رکاوٹ پیدا ہوئی تھی اور سعودی حکومت نے مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کو اتھارٹی دی تھی کہ وہ تصدیق کرکے جس قادیانی کی نشاندہی کریں گے۔ اس کو سعودیہ سے ملک بدر کر دیا جائے گا۔ لہٰذا ایسے کئی افراد کو حج وعمرہ کے موقع پر سعودیہ سے نکالا بھی گیا۔ ہماری رائے میں اس پر ایک مؤثر محنت کی ضرورت ہے اور یہ مشن ہم سے متقاضی ہے کہ ہم قادیانی طریقۂ کار کو پوری طرح سمجھیں اور حدود حرمین شریفین کے علاوہ سعودی عرب کے دیگر شہروں خصوصاً جدہ اور ریاض میں کام کے بہانے گئے ہوئے قادیانیوں کے تبلیغی و اِرتدادی مراکز پر کام کرکے اس کی تفصیلات سامنے لائیں۔ ہم نے تھوڑا بہت کام اس پر شروع کر دیا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس سال پاکستان میں سعودی سفارت خانے کو ممکنہ معلومات فراہم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اِس محاذ کی جماعتوں، اداروں اور شخصیات سے درخواست ہے کہ ہماری رہنمائی بھی فرمائیں اور دعاؤں سے بھی نوازیں۔ قادیانی عالم کفر اور عالم اسلام دونوں کو کس طرح دھوکہ دے رہے ہیں اور اپنی گمراہی کو دجل کے ساتھ اسلامی تعلیمات کے طور پر پیش کرنے کے لیے کس طرح کام کر رہے ہیں؟ اس کے لیے ہمیں صف بندی کس تناظر میں کرنی چاہیے؟ ہم چاہیں گے کہ اس محاذ کے بزرگ اور دوست قادیانی اخبارات ورسائل اور جرائد کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا کریں۔ نمونے کے طور پر قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد کی ایک تقریر جو الفضل انٹرنیشنل لندن (۲۲؍جولائی ۲۰۱۱ء تا ۴؍اگست ۲۰۱۱ء) میں شائع ہوئی ہے۔ اس کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ دشمن میڈیا اور رفاہی کاموں جیسے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر کس طرح دھوکا دے رہا ہے؟ یہ امر زیادہ قابل توجہ ہے کہ بیرون ممالک سے قادیانی ٹریول ایجنسیاں حج کے لیے قادیانیوں کو سفر کے لیے کس طرح تیار کر رہی ہیں اور یہ اعلانات ''الفضل'' میں کس طرح مشتہر ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب کو باہمی مشاورت سے تحفظ ختم نبوت کے محاذ کو مضبوط و مستحکم بنانے کی توفیق خاص سے نوازیں۔ آمین یارب العالمین

چناب نگر سے ناجائز اسلحہ کی برآمدگی:

قادیانیت کی پوری تاریخ دہشت گردی، قتل وغارت گری اور شر انگیزی سے بھری پڑی ہے شاید اِسی لئے (Love for all) اور (Humanity First) جیسے سلوگن استعمال کرکے اپنے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کی کوششیں بین الاقوامی سطح پر جاری ہیں۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق چناب نگر (سابق ربوہ) سے پولیس نے بڑے پیمانے پر ناجائز اسلحہ، منشیات، ڈی سی اسلام آباد کی بجائے ڈی سی او اسلام آباد کی مہریں اور کئی دیگر دستاویزات برآمد کرکے ٦ قادیانی ملزمان کو گرفتار بھی کر لیا ہے۔ محکمہ ایکسائز اور پولیس کی مشترکہ کارروائی سے ملزمان قانون نافذ کرنے والے ادارے کی گرفت میں آئے جو کہ قابل تحسین کارروائی ہے۔ پولیس نے کثیر مقدار میں منشیات، جعلی شناختی کارڈ، مہریں، گولیاں اور دیگر جعلی دستاویزات برآمد کرکے 6 افراد کو موقع پر گرفتار کرکے تھانہ چناب نگر میں ملزمان کے خلاف زیر دفعہ 9B/CNSA،20/65,A013 420,468,471 مقدمہ نمبر 366 درج کرکے ضابطے کی کارروائی اور تفتیش شروع کر دی ہے۔ یہ عمل قابل ذکر ہے کہ پولیس تھانہ چناب نگر نے جب چھاپہ مارا تو اس وقت عطاء المجیب ولد عبدالرحیم کی جامہ تلاشی لی گئی تو ملزم سے 540 گرام چرس 5 عدد فرضی لائسنس نمبر 35439,35435,35438,35432,

35431 ناجائز اسلحہ اور جعلی نمبر لگانے والے جدید آلات اور مشین برآمد کر لیے گئے۔ ایک دوسرے گرفتار ملزم عزیز الرحمٰن نے دورانِ تفتیش اقرار کیا کہ ''ہمارا گروہ جعلی لائسنس بنانے کے لئے صوبہ خیبر پختونخواہ سے منشیات واسلحہ لاتے ہیں اور رائفلوں، پسٹلز اور دیگر اسلحہ پر ان کے پرانے نمبر رگڑ کر نئے نمبر لگا کر جعلی لائسنس تیار کرتے ہیں۔'' یہ وقوعہ رسوائے زمانہ ضیاء الاسلام پریس میں ہوا اور برآمدگی قادیانی گروہ کے اہم ترین ارکان سے ہوئی۔ ''نقیب ختم نبوت'' کا یہ شمارہ طباعت کے لئے پریس میں جانے کے لئے تیار ہے۔ اس صورتحال پر ہم اِن شاء اللہ تعالیٰ تفصیلی رپورٹ تیار کر کے ذرائع ابلاغ کو بھجوانے کا اہتمام کریں گے۔ تاہم اتنا بتانا ضروری ہے کہ چناب نگر پولیس نے بھاری رقم لے کر تین قادیانی ملزمان کو چھوڑ دیا ہے اور ذرائع کے مطابق قادیانی جماعت نے کیس پر اثر انداز ہونے کے لئے پولیس اور بعض سرکاری افسران کو بھاری رقم دی ہے۔ اس بات کی نشاندہی اور انکشاف بھی ہوا ہے کہ شہر میں جگہ جگہ قادیانی ناکوں اور چیک پوسٹوں پر موجود سکیورٹی اہل کار اسی قسم کے اسلحہ سے لیس ہیں جو خطرناک حد تک جعل سازی کے ذریعے ربوہ میں لایا جاتا ہے۔ ہمیں جرائم کے خفیہ قادیانی اڈے ضیاء الاسلام پریس سے ناجائز اسلحے اور منشیات کی برآمدگی پر ہرگز کوئی حیرت نہیں بلکہ اس سے دینی حلقوں کے خدشات کو تقویت ملی ہے کہ ربوہ میں قادیانی جماعت کے ہیڈ کوارٹر اور ذیلی دفاتر میں اسلحہ کے ڈپو قائم ہیں اور ملک بھر میں ہونے والی دہشت گردی کے ڈانڈے ربوہ میں ملتے ہیں۔ اتنی بڑی مقدار میں غیر قانونی اسلحہ، منشیات کی برآمدگی فرضی شناختی کارڈ، سرکاری مہریں اور بعض اہم ترین دستاویزات کی برآمدگی حکومتی رٹ پر خطرناک سوالیہ نشان ہے؟

پاکستان بننے کے بعد قادیانی جماعت کو 1034 ایکڑ رقبہ کوڑیوں کے بھاؤ لیز پر دیا گیا تھا لیکن اب قادیانی جماعت اصل رقبے سے تین گنا زائد رقبے پر ناجائز قابض ہے۔ مقامی، ضلعی اور ڈویژنل انتظامیہ اور پولیس قادیانی قبضوں کی مکمل سرپرستی کر کے لاقانونیت اور قادیانیت نوازی کا بدترین مظاہرہ کر رہی ہے۔ صوبائی ومرکزی حکومتوں نے چناب نگر میں سرکاری رٹ قائم نہ کی، اپنی غیر جانبداری کو یقینی نہ بنایا تو ایک لاوا اندر پک رہا ہے جو پھٹ گیا تو ہولناک کشیدگی جنم لے گی۔ سندھ میں سیکرٹری وزارت داخلہ سکہ بند قادیانی کو بٹھا دیا گیا ہے جو کراچی کے حالات کو مزید بگاڑ رہا ہے۔ تمام دینی حلقوں اور محبِّ وطن جماعتوں کی پختہ رائے ہے کہ ربوہ میں غیر جانبدار آپریشن کے ذریعے غیر قانونی اسلحہ برآمد کرنے کی ضرورت پہلے سے بھی بڑھ گئی ہے۔ حالات وواقعات ہمارے خدشات کو یقینی بنا رہے ہیں۔ اربابِ اختیار کو مزید تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

''یومِ تحفظِ ختمِ نبوت اور عرضِ حال''

دو عشرے پہلے کی بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دل میں یہ داعیہ پیدا فرمایا کہ ایک طویل جدوجہد کے بعد پاکستان کی پارلیمنٹ نے لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو جس روز غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا یعنی ۷ ستمبر ''یومِ تحفظِ ختمِ نبوت'' کے طور پر کومنانے کی ضرورت ہے۔ منانے سے ہماری مراد اس دن کی اہمیت اجاگر کرنا، عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کی تاریخ، انکارِ ختمِ نبوت پر مبنی فتنوں سے آگاہی اور سب سے بڑھ کر ۱۹۷۴ء کے اس متفقہ فیصلے کے بعد قادیانیوں کی طرف سے دستور سے انحراف سے دنیا کو آگاہ کر کے نسلِ نو کے ایمان وعقیدے کو منکرینِ ختمِ نبوت سے محفوظ رکھنے کے سوا کچھ نہیں

تھا۔ بچپن سے اپنے طبعی ذوق ومزاج اور عادت کے مطابق اخبارات ورسائل کا کھوج لگاتے رہنا، خبریں دیکھنا، بھیجنا اور چھپوانے کے لیے راستے تلاش کرتے رہنا۔ سٹوڈنٹس انصاف پارٹی، تحریک طلباء اسلام اور پھر مجلس احرارِ اسلام اور تحریک تحفظِ ختمِ نبوت کے مشن اور پلیٹ فارم تک بس ایک دُھن سی سوار ہے

''جو لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے''

والا معاملہ ہے جواب جنون اختیار کر گیا ہے۔ بے شمار بزرگ ومہربان اور اعزہ مجھے اپنی ذاتی مصروفیات، صحت اور بیماری کے حوالے سے ہمیشہ محبت کے ساتھ کچھ نہ کچھ کہتے رہتے ہیں۔ بہر کیف کم وبیش بیس سال پہلے پیدا ہونے والے داعیہ کے بعد میں نے ''ٹیبل نیوز'' بھیج کر ۷ رستمبر کو یومِ تحفظِ ختمِ نبوت (اور بقول سید ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ یومِ قراردادِ اقلیت) کے طور پر منانے پر کام شروع کیا۔ چند سال خبروں پر اکتفا کے بعد اس کی عملی شکل سامنے آنے لگی اور تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ اس کی بنیاد مجلس احرارِ اسلام نے رکھی اور پھر مختلف مقامات پر دیگر حلقوں کی طرف سے اجتماعات کا اعلان ہونے لگا اِس موقع پر خبریں اور پھر مضامین کا ایک اچھا خاصا سلسلہ شروع ہو گیا اور ہم اس نشہ میں مسرور ہونے لگے کہ چار سو اس کی خوشبو پھیلنے لگی ہے۔ میں ہر سال پیشگی منصوبہ بندی کرتا رہتا ہوں کہ آئندہ سال ۷ رستمبر کو کیا دن بنتا ہے؟.... اور دوستوں کو اس حوالے سے لکھنے لکھانے اور خبریں بھجوانے کے لیے توجہ دلاتا رہتا ہوں، گزشتہ سال رمضان المبارک تھا اور عزیزی مولوی محمد وقاص سعید نے خاصی معاونت کی تھی اِس سال مضامین تو الحمد اللہ خاصے وقت پر تیار ہو گئے تھے کم وسائل کے باوجود الحمد للہ زیادہ رابطہ کر کے اخبارات ورسائل کے ذمہ داران تک ڈاک اور ای میل کے ذریعے مضامین کی تقسیم کر کے سب کو بھجوائے اور اس کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ برادرم سیف اللہ خالد کی پرانی خواہش کے مطابق ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی آدھ گھنٹے کی وہ تقریر جو انہوں نے ۷ رستمبر کو بطور قائد ایوان پارلیمنٹ میں قراردادِ اقلیت کی متفقہ منظوری کے بعد ایوان میں کی تھی وہ بھی بھجوائی جو صورتحال کو سمجھنے کے لیے کلیدی اہمیت کی حامل ہے ۷ رستمبر سے چند روز پیشتر راقم الحروف سخت علیل ہو گیا آخری سحری کے بعد معمولی تکلیف ہوئی حسب عادت کوئی خاص توجہ نہ دی تو نوبت انتڑیوں کی انفیکشن اور پیٹ اور معدے کی تکلیف یہاں تک پہنچی کہ ۴ رستمبر کو ہسپتال داخل ہونا پڑا جہاں سے ۱۲ رستمبر کو رخصت ملی کہ کام موقوف کر کے مکمل آرام کرنا ہے اور پرہیز وعلاج اور کمزوری کی وجہ سے معمول کی سرگرمیاں بند ہیں ہسپتال میں سرجن ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی، ڈاکٹر توقیر احمد اور ان کے عملے نے بے حد محنت اور نہ بھولنے والی محبت کے ساتھ علاج کیا اور الحمد للہ ہم برادرم ڈاکٹر محمد اعظم چیمہ کے سخت اور کڑے پہرے میں صحت یاب ہوئے اِس دوران اندرون وبیرون ملک سے بزرگوں، دوستوں، ساتھیوں اور عزیزوں نے جس محبت کا مسلسل اظہار کیا اور تالیف قلب کے ساتھ ساتھ اکثر بزرگوں اور دوستوں اور عزیزوں بلکہ خواتین نے معمول کی زندگی میں صحت کے تقاضوں کے ساتھ تحریکی وجماعتی زندگی کے معمولات میں فرق لانے کے لیے جو کچھ کہا وہ برحق اور صحیح ہے اور میں ''ان شاء اللہ تعالیٰ'' کے ساتھ حامی بھرتا رہا بلکہ وعدہ بھی کرتا رہا۔ میرا، ۷ رستمبر تو بستر علالت پر ہی گزرا لیکن یہ سن اور دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ اِس مرتبہ تقریباً سبھی قومی اخبارات نے ''اشاعت خاص'' کا اہتمام کیا ہے اور ''روزنامہ ایکسپریس'' کو چھوڑ کر شائد ہی کوئی اخبار اس اعزاز سے رہ گیا ہو، بستر علالت سے ہی اکثر اخبارات کے متعلقہ ذمہ داران کا شکریہ ادا کیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ بیس سال سے زائد عرصہ قبل جو مہم محض اخبارات میں مخابرات سے شروع کی تھی آج وہ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں پھیلتی جارہی ہے۔

اٹلی کے شہر (بُل زانو Bolzano) میں مقیم ساہیوال سے تعلق رکھنے والے صحافی ڈاکٹر جاوید کنول نے وہاں کے ایک ٹی وی پر ۷ر ستمبر کو پروگرام نشر کیا۔ یو کے میں یہ دن منایا گیا اور دنیا میں اس کی صدائے بازگشت سنی گئی ایک بڑے انگریزی اخبار کے صحافی دوست نے تحریک ختم نبوت کے حوالے سے ۷ر ستمبر کے لئے نیوز سٹوری کا فرمایا مگر میں اپنی علالت کی بنا پر ارسال نہ کر سکا میرا ہدف انگلش پریس، بین الاقوامی میڈیا اور انٹرنیشنل لابنگ ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اِن اہداف تک پہنچنا ہے ۷ر ستمبر کو زیادہ علالت کی وجہ سے مجھے افسوس تھا کہ ۸ اور ۹ کو اس حوالے سے مجموعی کوریج کمزور ہو گی اور رہی بھی لیکن کثرت کے ساتھ مضامین کی اشاعت، بھٹو مرحوم کی تقریر کا اس موقع پر چھپ جانا، پھر چناب نگر میں انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے زیر اہتمام ہونے والی بڑی کانفرنس کی ملک گیر کوریج اور اپنی جماعت کے مرکزی دفتر لاہور میں کامیاب اجتماع سے قدرے اطمینان ہو گیا۔ اپنی صحت، ذاتی مصروفیات اور دن رات کی جماعتی مصروفیات و اسفار کی وجہ سے طبیعت بے حد نڈھال ہو جاتی ہے اِس بنا پر تمام بڑے چھوٹے اور گھر والے مصروفیات میں تخفیف کا جب فرماتے اور کہتے ہیں تو سچی بات ہے کہ میرے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔ ہمارے بہت ہی قابل احترام بزرگ رائے نیاز محمد خاں نے جب یہ کہا کہ ''اب آپ ہسپتال بیڈ پر ہیں تو کچھ مصروفیات متاثر ہوئی ہیں! میں نے کہا بالکل!...... تو انہوں نے یہ کہہ کر مجھے لاجواب کر دیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ سارا کام متاثر ہو جائے۔'' مطلب ہر کام میں توازن اور بیلنس ضروری ہے سارے دن کے بعد رات گئے تک کام سے صحت زیادہ متاثر ہو جائے گی۔

قارئین کرام! اپنے بزرگوں سے صرف ہماری نسبت ہے ورنہ ہم ہر اعتبار سے کمزور ہیں اور میرا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ رسالت و ختم نبوت کے تحفظ کی نسبت سے ہمارے عیوب پر بھی پردہ ڈالا ہُوا ہے۔ محدث العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ شدید بیماری کے باوجود طویل سفر کر کے تاریخی مقدمۂ بہاولپور کے لئے پہنچے اور اس تاریخی مقدمے میں پیش ہوتے رہے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کا نہیں نہ اپنا نہ پرایا، بس اُنہی کا ہوں وہی میرے ہیں۔''

ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ انتقال کے بعد ایک بزرگ کو خواب میں ملے تو فرمایا:

''ختم نبوت کی برکت سے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی ہوتا ہوں۔''

قارئین کرام: اِنہی بزرگوں کا فیض ہے کہ تحفظ ختم نبوت کا کام عادت بن گیا ہے دعا فرمادیں اللہ تعالیٰ ریاکاری سے بچائیں اور اخلاص نصیب فرمادیں اور یہ کام عبادت بھی بن جائے:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم، بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں کی دعاؤں سے اب میں ٹھیک ہوں تاہم ڈاکٹروں کی تاکید کے بعد پرہیز، علاج اور ممکن حد تک آرام چل رہا ہے اس دوران کئی پروگراموں میں شرکت نہ کر سکا بعض مقامات پر عزیزی حافظ محمد عابد مسعود نے شرکت و نمائندگی کی۔ اللہ تعالیٰ تمام پُرسان حال کو بہت جزائے خیر سے نوازیں، والدہ محترمہ زیادہ علیل ہیں اور میں ان کی خدمت کی بجائے خود بیمار ہوں اس لیے سب ساتھیوں سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان و سلامتی اور صحت سے زندگی گزارنے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین یارب العالمین!

قادیانیت دم توڑ رہی ہے!

عبداللطیف خالد چیمہ *

تحریک تحفظِ ختم نبوت کے ممتاز رہنما، مجاہدِ ملت، حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ''قادیانی اگر چاند پر بھی چلے جائیں تو ہم ان کا تعاقب کرتے رہیں گے۔'' یہ اُن کی اُلو العزمی اور اپنے مشن کے ساتھ بے لچک کمٹمنٹ تھی اور پھر عمر بھر وہ اس وابستگی کو نبھاتے رہے۔ قادیانی دجل وفریب کا پردہ ہر اُس جگہ چاک کیا جا رہا ہے جہاں جہاں یہ فتنہ ارتداد پہنچا ہے۔ ۲۶؍رمضان المبارک (۲۷؍اگست) کو رات دس بجے کے بعد جرمنی سے جناب سید منیر احمد شاہ بخاری (سابق قادیانی، موجودہ امیر مجلس احرارِ اسلام جرمنی) کا فون آیا تو انہوں نے یہ خوشخبری سنائی کہ اُن کے بیٹے سید مظفر احمد بخاری نے قادیانیت ترک کر کے اسلام قبول کرلیا ہے اور یہ سن کر اور زیادہ اطمینان ہوا کہ قادیانی بیٹے نے اپنے مسلمان باپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے، نیز اُس کی عیسائی بیوی بھی ساتھ ہی مسلمان ہوگئی ہے۔ قادیانیت ترک کرنے کی تقریب میں نومسلم نے کہا کہ ''اللہ کے فضل وکرم سے مجھ پر یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ اسلام ہی ایک سچا دین ہے اور حضرت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ورسول ہیں۔ قادیانیت ایک دھوکے اور دجل کا نام ہے جو رائل فیملی کے تسلط کو جبر کے ذریعے جاری رکھے ہوئے ہے اور قادیانی قیادت ہر حربے کے ذریعے فسطائیت کا رول ادا کر رہی ہے۔ میں نے شعوری طور پر مسلمان ہونے کا فیصلہ کیا ہے، سب مسلمانوں سے درخواست ہے کہ وہ میرے لئے استقامت اور ایمان پر خاتمے کی دعا کریں۔ میں دنیا بھر کے قادیانیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ٹھنڈے دل ودماغ اور غیر جانبداری کے ساتھ قادیانی لٹریچر کا مطالعہ کریں تو وہ خود بھی اسی نتیجے پر پہنچیں گے جس پر میں پہنچا ہوں۔''

سید منیر احمد شاہ بخاری اور مشہور سابق قادیانی رہنما شیخ راحیل احمد مرحوم (۲۰۰۳ء میں) یکے بعد دیگر مسلمان ہوئے تھے اور یہ دونوں حضرات قادیانیوں کو دعوت حق، اسلام کے خالص دعوتی انداز میں دینے پر زور دیتے رہے ہیں۔ اسی اچھی خبر کے ساتھ رات گزری تو صبح ۲۷؍رمضان المبارک کو دکان پر جانے سے پہلے میں نے فون دیکھا تو کچھ عرصہ قبل مسلمان ہونے والے ایک اور سابق قادیانی طاہر منصور خان (اسلام آباد) کا موبائل میسج پڑھنے کو ملا کہ رات کو اُن کی بوڑھی والدہ نے اسلام آباد میں قاری عبدالوحید قاسمی کے روبرو کلمہ اسلام پڑھ کر قادیانیت سے برأت کا اعلان کیا ہے۔ دن کے وقت طاہر منصور خان اور قاری عبدالوحید قاسمی سے رابطہ ہوا تو دونوں حضرات کو مبارک بھی دی، طاہر منصور خان اپنی والدہ کے قبول اسلام پر بے حد

* سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

خوش تھے انہوں نے بتایا کہ ''کلمۃ الفصل اور ایک غلطی کا ازالہ'' دیکھ اور پڑھ کر اللہ تعالیٰ نے والدہ کا دل بدل دیا، طاہر منصور خود ۶ رمئی ۲۰۱۱ء کو مشرف بہ اسلام ہوئے اس کے بعد ان کو کئی گھریلو مشکلات پیش آئیں اور وہ ایک اچھے پڑھے لکھے نوجوان کے طور پر قادیانیوں کے اندرونی سسٹم پر علانیہ تنقید کرتے رہے جس پر قادیانی جماعت نے کئی ہتھکنڈے استعمال کئے مگر وہ اپنی والدہ کو قادیانیوں کے چنگل سے آزاد کرانے میں کامیاب ہو گئے۔ طاہر منصور نے یہ سطور لکھنے کے دوران مجھے بتایا کہ

> ''والدہ نے ۱۵ سال کی عمر سے اب تک تقریباً ۵۰ سال تک قادیانی نظام کے مطابق ایک خطیر رقم جماعت کو مختلف مدات میں دی ہے اور ان کو اب سمجھ آئی ہے کہ وصیت کے نام پر جنت کے حصول کے لئے جو رقم جماعت لیتی تھی وہ سارے کا سارا دجل اور فراڈ ہے، قادیانی جماعت عقیدۂ ختم نبوت کی نفی کرتی ہے، منافقت اور دجل ان کا وطیرۂ امتیاز ہے اور یہ امت کے ایمان کے قاتل ہیں۔''

۱۱ رستمبر کے روزنامہ ''اسلام'' لاہور میں ظفروال (ضلع نارووال) کے ایک قادیانی کے قبولِ اسلام کی خبر پر نظر پڑی تو خوشی میں مزید اضافہ ہوا۔ تفصیل کے مطابق تحصیل پسرور کے نواحی گاؤں گلیال کے رہائشی طارق احمد ولد محمد بشیر نے جناب حافظ عبدالغفور کی تبلیغ و تعلیم سے متاثر ہو کر مولانا افتخار اللہ شاکر (امیر انٹرنیشنل ختم نبوت پنجاب) کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ بعد ازاں مرکزی جامع مسجد بھلور میں نومسلم طارق احمد نے عوام کے بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: ''اسلام ہی برحق دین ہے۔ مرزا قادیانی جھوٹا اور اس کا مذہب ڈھونگ ہے۔ انھوں نے کہا کہ میرے بیوی بچے بھی جلد مسلمان ہو جائیں گے۔ (ان شاء اللہ) گزشتہ دس سال سے میرے اندر عجیب طلاطم تھا مگر اسلام کی روشنی نے میرے تمام تفکرات دور کر کے مجھے راہ ہدایت دکھائی۔ میں قادیانیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ نبوت کے جھوٹے دعویدار مرزا قادیانی کی تعلیمات سے رخ موڑ کر سچے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برحق تعلیمات کو اپنالیں۔''

مذکورہ تینوں خوشگوار خبروں سے کئی روز قبل ختمِ نبوت اکیڈمی لندن کے ناظم مولانا سہیل باوا نے اس بڑی خبر سے آگاہ کیا کہ انڈونیشیا میں ۱۶۴ قادیانی تائب ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں ۲۰۰۸ء میں انڈونیشیا میں مسلم قادیانی تنازعہ اِس بنا پر شدت اِختیار کر گیا تھا کہ قادیانی اپنے دجل اور کفر کو اسلام کے نام پر متعارف کروا رہے ہیں وہاں مختلف مذہبی حلقوں نے اِن کا تعاقب شروع کر رکھا تھا، انڈونیشیا کی وزارت مذہبی امور کے ہیڈ آفس کے ایک اعلامیہ کے مطابق انڈونیشیا کے شہر سارولینگن (Sarolangun) کے قادیانیوں نے قادیانیت ترک کرنے کا برملا اظہار کر دیا ہے، قادیانیوں کے خلاف اندونیشیا کی علما کونسل کی گذشتہ کئی سالوں سے منظم اور بھرپور جدوجہد کارفرما رہی ہے، یہ کونسل اتنی بڑی تعداد میں قادیانیوں کے قبول اسلام پر مبارک باد کی مستحق ہے، اور متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان سمیت دینی حلقوں نے کونسل کی خدمات کو سراہا ہے۔

سہیل باوا کے بعد ڈاکٹر محمد عمر فاروق (ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرارِ اسلام پاکستان) نے یہ خبر ارسال کی جسے اخبارات کو ارسال کر دیا گیا۔ مذکورہ بالا خبروں اور احوال کی روشنی میں ہمیں امید ہے کہ امریکی و مغربی اور خصوصاً صہیونی قوتوں کی پُشت پناہی کے باوجود قادیانی مکر و فریب اور دجل و دھوکہ عیاں ہو رہا ہے اور جہاں جہاں قادیانیت پہنچی ہے وہاں تہاں علماءِ ختمِ نبوت اور اکابر احرار کے مشن کے وارث ان کا پیچھا کر رہے ہیں۔ مولانا محمد علی جالندھری مرحوم نے استعارے کے طور پر فرمایا تھا کہ اگر قادیانی چاند پر بھی چلے جائیں تو ہم وہاں بھی ان کا پیچھا کریں گے۔ ہم اس کی تعبیر یوں کریں گے کہ قادیانی آسمان کی بلندیوں اور زمین کی تہوں تک جہاں بھی چلے جائیں، ہمارا عزم ہے کہ ہم ہر جگہ ان کا تعاقب جاری رکھیں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ ختم نبوت کے محاذ کی جماعتیں، ادارے اور شخصیات قادیانیت کے طریق کار بلکہ طریق واردات کا اچھی طرح مطالعہ کریں، سمجھیں اور جوابی و دعوتی اسلوب کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی پالیسیاں طے کریں، میڈیا اور انٹرنیشنل لابنگ جیسے محاذوں پر زیادہ توجہ اور کام کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت اور ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ہمیں زیادہ سے زیادہ منظّم ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین!

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپئیر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

علماء حق کا ترجمان
المیزان
ناشران و تاجرانِ کتب
دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ
دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس
کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7122981-7212762

مجلس احرار اسلام جرمنی

Majlis-e-Ahrar-e-Islam Germany

Jeggener Weg-57 49084 osnabruck germany tell:0541-3809728

Date: 23-08-2011

قادیانیت سے برأت کا حلفیہ اعلان

میں مسمی/مسماۃ: [illegible] احمد بخاری ولدیت سید منیر احمد بخاری

ساکن: [illegible] Str. 4 B Hamburg بدست سید منیر احمد بخاری امیر مجلس احرار اسلام جرمنی

آج بتاریخ 23 اگست 2011

اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے مندرجہ ذیل گواہان کے روبرو بقائمی ہوش و حواس، بغیر کسی دباؤ و لالچ، جبر و اکراہ کے اپنی رضا و رغبت اور پوری آزادی کے ساتھ حلفیہ بیان دیتے ہوئے کھلا اعلان کرتا/کرتی ہوں کہ میں اپنے سابقہ مذہب قادیانیت سے توبہ کر کے اسلام قبول کرتا/کرتی ہوں اور میں قبول اسلام کے ساتھ اس بات کی حلفیہ شہادت دیتا/دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، وہ اپنی ذات اور صفات میں وحدہٗ لاشریک ہے اور وہی معبود برحق ہے اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تا قیامت کسی کو تشریعی، غیر تشریعی اور ظلی یا بروزی کسی قسم کی نبوت نہیں ملے گی۔ میں عقیدۂ ختم نبوت پر مکمل ایمان لاتا/لاتی ہوں اور یقین صادق کے ساتھ یہ اعلان کرتا/کرتی ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص عقیدۂ ختم نبوت کا انکار کرے یا دعویٰ نبوت کرے، خواہ بلا واسطہ یا بالواسطہ یا تاویل کے ساتھ، ایسا شخص زندیق، کافر مرتد اور خارج از اسلام ہے۔

میں قادیانیت سے برأت کے بعد اس عقیدے کا اظہار کرنا ضروری اور اپنے ایمان کا اہم جزو سمجھتا/سمجھتی ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی ملعون، کذاب، دجال، مرتد اور زندیق تھا اور وہ اپنے دعوائے مجددیت، مہدویت، مسیحیت، نبوت و رسالت میں سراسر جھوٹا تھا اور اس کو ماننے والے خواہ لاہوری ہوں یا قادیانی (جو خود کو احمدی کہتے ہیں) کافر، مرتد، زندیق اور خارج از اسلام ہیں۔ آج کے بعد میرا، مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والوں سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ رہے گا۔ یہ بات بھی میرے ایمان کا حصہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا تھا اور قیامت کے قریب دوبارہ آسمان سے نازل ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق امت محمدیہ کی رہنمائی فرمائیں گے۔ لہٰذا مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعویٰ مسیحیت میں بالکل جھوٹا تھا۔ میں ایک دفعہ پھر اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا/سمجھتی ہوں کہ میں اپنی رضا و رغبت اور مکمل ہوش مندی کے ساتھ بغیر کسی جبر و اکراہ یا لالچ اور دباؤ کے آج اس حلفیہ اقرار نامہ پر دستخط کر کے قادیانیت سے مکمل برأت کا اعلان کرتا/کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے دین اسلام پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین

دستخط نومسلم: [signature]

دستخط گواہان

نام: M. A[illegible]

نام: SAJJAD

دستخط تصدیق کنندہ: [signature]

امیر مجلس احرار اسلام جرمنی

مسئلہ قادیانیت اور دستور سے انحراف

مولانا زاہد الراشدی*

۷ ستمبر کا دن ملک بھر کے دینی حلقوں میں ''یوم ختم نبوت'' کے طور پر منایا جاتا ہے، اس لیے کہ اس روز ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی قیادت میں قادیانیوں کا نوے سالہ مسئلہ حل کرتے ہوئے رائے عامہ اور دینی حلقوں کا یہ متفقہ موقف دستوری طور پر تسلیم کر لیا تھا کہ قادیانی گروہ ایک نئے نبی کا پیروکار ہونے کی وجہ سے امت مسلمہ کا حصہ نہیں رہا، اس لیے اسے مسلمانوں کا حصہ سمجھنے کی بجائے ملک کی غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ شمار کیا جائے۔ قومی اسمبلی میں بحث کے دوران مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ علمائے کرام مولانا مفتی محمودؒ، مولانا عبدالحق، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ، مولانا مصطفیٰ الازہریؒ، مولانا محمد ذاکرؒ، مولانا ظفر احمد انصاریؒ، پروفیسر عبدالغفور احمد اور مسلم لیگی رہنما چودھری ظہور الٰہی مرحوم نے بحث میں بھرپور حصہ لیا تھا، جب کہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی معاونت میں عبدالحفیظ پیرزادہ اور اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار مرحوم پیش پیش رہے۔ قادیانی گروہ کی دونوں پارٹیوں کے سربراہوں مرزا ناصر احمد اور صدر الدین لاہوری نے کئی روز تک پارلیمنٹ کے فلور پر اپنے موقف کی وضاحت کی تھی اور ارکان قومی اسمبلی کے سوالات کے جوابات دیے تھے۔

اس کے بعد قومی اسمبلی اور پھر سینٹ نے وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ کا پیش کردہ مسودۂ قانون متفقہ طور پر منظور کر لیا تھا، جس میں طے کیا گیا ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے اور اس پر ایمان رکھنے والے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور و قانون کی نظر میں مسلمان نہیں ہیں، اس لیے پاکستان میں بسنے والے ان تمام لوگوں کو جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی یا مہدی مانتے ہیں، غیر مسلم اقلیتوں میں شمار کیا جائے گا۔ اس تاریخی فیصلے پر دنیا بھر کے مسلمانوں نے خوشی کا اظہار کیا تھا، مگر قادیانیوں نے جو خود کو احمدی کہلاتے ہیں، یہ فیصلہ قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس انکار پر وہ کم و بیش چار عشرے گزر جانے کے باوجود آج بھی قائم ہیں اور دنیا بھر میں اپنے ہم خیال حلقوں اور لابیوں کے ساتھ مل کر دستور پاکستان کے اس فیصلے کے خلاف مہم جاری رکھے ہوئے ہیں۔

اس پس منظر میں ۷ ستمبر کو یوم ختم نبوت منانے کا ایک مقصد تو یہ ہے کہ اس دن کی یاد تازہ کی جائے اور فیصلہ کرنے والوں کو خراج عقیدت پیش کیا جائے، جب کہ دوسرا بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس دستوری فیصلے کے خلاف عالمی سطح پر

*سیکرٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل

جو مہم جاری ہے اس سے باخبر رہا جائے اور عقیدۂ ختم نبوت کے ساتھ ساتھ پاکستانی پارلیمنٹ کے اس دستوری فیصلے کے تحفظ کے لیے رائے عامہ کو بیدار رکھنے کا کام جاری رہے۔ میں نے ۷/ستمبر کا دن تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والی تین جماعتوں، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، مجلس احرار اسلام اور انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے ساتھ گزارا، جو بالترتیب مولانا عبدالمجید لدھیانوی، پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری اور مولانا عبدالحفیظ مکی کی قیادت میں مختلف دائروں میں مصروف عمل ہیں۔ میں نے ظہر کی نماز مولانا ثناء اللہ چنیوٹی، حافظ محمد عمیر چنیوٹی اور دیگر رفقاء کے ہمراہ چناب نگر (سابق ربوہ) میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکز میں ادا کی اور احباب سے ملاقاتیں کیں، جب کہ ظہر کے بعد جامعہ عثمانیہ ختم نبوت چناب نگر میں انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کی سالانہ کانفرنس سے خطاب کیا اور عشاء کے بعد لاہور میں مجلس احرار اسلام کے مرکزی دفتر میں احرار کی طرف سے اس سلسلے میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں چند گزارشات پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان دونوں مواقع پر جو معروضات پیش کیں، ان کا خلاصہ نذرِ قارئین ہے۔

اس وقت ہمیں قومی سطح پر دو اہم مسائل کا سامنا ہے اور بجا طور پر یہ سمجھا جا رہا ہے کہ اگر یہ دونوں مسئلے حل ہو جائیں تو باقی سب مسائل حل ہونے کا راستہ ہموار ہو جائے گا۔ ان میں سے ایک کرپشن، بددیانتی اور منافقت کا مسئلہ ہے، جس نے اوپر سے نیچے تک قومی زندگی کے ہر شعبے کو بری طرح گھیر رکھا ہے اور اس دلدل سے نکلنے کا کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا۔ میں اس سلسلے میں قرآن کریم کی سورۃ التوبہ کی آیت ۷۷ کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا، جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ قانون بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑ دیتے ہیں اور مسلسل جھوٹ بولنے لگتے ہیں، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے منافقت داخل کر دی جاتی ہے۔ اس بنیاد پر میں یہ عرض کرتا ہوں کہ منافقت اور بددیانتی کی دو صورتیں ہیں۔ ایک منافقت وہ ہے جو کوئی گروہ یا فرد اپنے لالچ اور مفاد کے لیے ذاتی طور پر اختیار کرتا ہے اور ایک منافقت وہ ہے جو سزا اور عذاب کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلط کی جاتی ہے۔

میں ہر صاحبِ عقل و دانش کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ ان آیاتِ کریمہ پر غور کر کے یہ جائزہ لے کہ اس وقت ہم منافقت اور کرپشن کے جس عذاب سے دوچار ہیں، اس کی نوعیت کیا ہے؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم نے قومی سطح پر قیام پاکستان سے پہلے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا کہ اس مملکت خداداد میں ہم اس کا نظام و قانون نافذ کریں گے، اس عہد کی ہم نے خلاف ورزی کی ہے اور اس سلسلے میں گزشتہ ۶۵ برسوں سے مسلسل جھوٹ بولے جا رہے ہیں، جس کی سزا کے طور پر ہم پر یہ منافقت اور کرپشن مسلط کر دی گئی ہے اور اجتماعی طور پر اور قومی سطح پر توبہ کر کے اس عہد کو پورا کرنے کے سوا اس سزا سے نجات ملنے کی کوئی صورت موجود نہیں ہے۔ اس پہلو پر ہر طبقے اور ہر گروہ کو ہر سطح پر غور کرنا چاہیے اور اس کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ہمارا دوسرا بڑا مسئلہ دستور کی بالادستی اور قانون کی حکمرانی کا ہے، جس کے لیے ہماری عدالت عظمیٰ کے معزز جج

صاحبان سمیت ملک بھر کے اصحاب دانش مسلسل واویلا کررہے ہیں۔اس حوالے سے ایک پہلو کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا کہ ہمارے ملک میں موجودہ دستور کے نفاذ کے بعد اس سے انحراف کا دروازہ سب سے پہلے کس نے کھولا؟ ملک کی عدلیہ کے مقابلے میں چناب نگر میں متوازی عدالتیں کون چلا رہا ہے؟ ۱۹۷۳ء میں یہ دستور نافذ ہوا اور ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں نے دستور و قانون اور پارلیمنٹ کے جمہوری فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا۔ پارلیمنٹ کا فیصلہ دستوری تھا، جمہوری فیصلہ تھا اور قانونی تھا، جس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا گیا اور بات صرف انکار تک محدود نہیں رہی، بلکہ اس فیصلے کے خلاف عالمی سیکولر لابیوں اور پاکستان کے نظریاتی تشخص کے مخالفین کو اپروچ کیا گیا، ان کے ساتھ مل کر لابنگ کی گئی اور پاکستان کے نظریاتی امتیاز اور ملک وقوم کے خلاف دنیا بھر میں پروپیگنڈے کی مہم چلائی گئی جو سینتیس برس گزر جانے کے باوجود نہ صرف جاری ہے، بلکہ اس میں شدت پیدا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جاتا۔

میں چیف جسٹس آف پاکستان سمیت دستور کی بالادستی اور قانون کی حکمرانی کے لیے جدوجہد کرنے والے تمام فراد و طبقات سے یہ سوال کرنے کا حق رکھتا ہوں کہ دستور اور پارلیمنٹ کے فیصلے سے اس کھلم کھلا انکار کا کیا نوٹس لیا گیا ہے؟ اور دستور اور پارلیمنٹ کے اس جمہوری فیصلے کے خلاف دنیا بھر میں پاکستانی کہلانے والوں کی طرف سے چلائی جانے والی اس منفی مہم کا کیا نوٹس لیا جا رہا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ دستور کی بالادستی اور قانون کی حکمرانی بحال کرنے کے لیے ان انحرافات اور خلاف ورزیوں کا نوٹس لینا ہوگا اور اس کا آغاز وہیں سے کرنا ہوگا جہاں سے دستور کی بالادستی سے انحراف کا آغاز ہوا تھا، اس کے بغیر نہ دستور کی بالادستی قائم ہو سکتی ہے اور نہ ہم قانون کی حکمرانی کی منزل سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

☆☆☆

اَلتَّاجِرُ الصُّدُوقُ الْاَمِین مَعَ النَّبِیّینَ وَالصِّدِّیقِینَ وَالشُّھَدَاء (جامع ترمذی، ابواب البیوع)
سچے اور امانت دار تاجر کا حشر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا (الحدیث)

فلک الیکٹرک سٹور
ہمارے ہاں سامان وائرنگ ہول سیل ریٹ پر دستیاب ہے
گری گنج بازار، بہاول پور پروپرائٹر فلک شیر 0312-6831122

''ابھی تک پاؤں سے چمٹی ہیں زنجیریں غلامی کی''

پروفیسر حمزہ نعیم

گاؤں کا چودھری مر گیا جنازے سے واپسی پر میراثی کے بیٹے نے پوچھا ''ابا جی، اب کون چودھری بنے گا''؟ میراثی نے کہا ''اب چودھری کا بیٹا یا چودھری کا بھائی چودھری بنے گا۔'' میراثی کے بیٹے نے کہا ''اگر وہ دونوں بھی مر جائیں تو پھر کون چودھری بنے گا''؟ میراثی نے کہا ''بیٹا سن اور غور سے سن، ابھی تو نادان ہے۔ اگر چودھریوں کا سارا خاندان اور تمام دور ونزدیک رشتے دار بھی مر جائیں تو تب بھی تجھے یا تیرے باپ کو چودھری کوئی نہیں بنائے گا۔''

ایک وقت تھا کہ صدیوں پر مشتمل بدرنگ حکمران جن کی حکومت میں سورج کو غروب ہونے کی اجازت نہ تھی، بد رنگ بدیسی ہمارے آقا تھے۔ ہمارے بڑوں نے اعلان کیا ''بٹ کے رہے گا ہندوستان بن کے رہے گا پاکستان، پاکستان کا معنی کیا، لا الہ الا اللہ..... نعروں کی یہ گونج جب مالک الملک تک پہنچی تو اس نے مدد کا وعدہ کر لیا۔ ہمارے بڑوں نے لاکھوں جانوں اور لاکھوں کروڑوں کے مال جائیداد کی قربانیاں دیں...... ''پاکستان بن گیا''...... نہ جانے گورے بدرنگ آقا کو جاتے جاتے کیا سوجھی کہ نہایت چالاکی سے اپنی کالی روحانی اولاد کو ہمارے سروں پر سوار کر گیا۔ کھوٹے سکوں سے بانی پاکستان کی جیبیں بھر گیا۔ برطانوی بھگوڑوں کی امریکی اولاد کو ان کھوٹے سکوں نے رائج الوقت اصلی کرنسی بن کر اپنا نیا آقا تسلیم کر لیا......

قرآن عظیم الشان نے ازلی ابدی اعلان میں کہہ دیا تھا ''یہود اور نصاریٰ ہرگز تمہارے دوست نہیں بن سکتے، ہاں تم ہی ان کے سو فیصد غلام و بے دام اور پیروکار ہونے کا اعلان اور کردار پیش کرو تو اور بات ہے۔'' ۱۹۵۰ء سے تا حال یہ نام نہاد آزاد قوم اپنے کالے انگریز آقاؤں کے سامنے ہاتھوں میں ہتھکڑیوں اور پاؤں میں بیڑیوں کے ساتھ پیش ہے،

بے وقار آزادی ہم غریب لوگوں کی
سر پہ تاج رکھا ہے بیڑیاں ہیں پاؤں میں

منت خوشامد کرتے ہیں، عزت جان، مال، اسلام کے بیٹے، بیٹیاں پیش کرتے ہیں، ناک سے لکیریں نکالتے ہیں مگر جان بخشی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ گورے بدرنگ آقاؤں کے نمائندہ کالے سنگدل آقا راضی ہی نہیں ہوتے۔ اور اگر کبھی اُن کی طرف سے دل خوش کن اعلان ہو بھی جائے تو وائسرائے فوراً اسلام آباد آ دھمکتے اور اپنے کالے نمائندوں کے کان کھینچ کر یا مرغا بنا کر نیا مسلم کش ٹارگٹ دے جاتے ہیں۔ کالے آقا فرماتے ہیں، بش مسلم کش (اور اس کا غلام پرویز مُش) چلے گئے۔ فکر مت کرو، اب حسین کا بیٹا اوبامہ پالیسی میں تبدیلی لا کر مسلم امت کو ریلیف دے گا۔ کروڑوں الو باٹے اس انتظار میں بغلیں بجاتے ہیں کہ ہاں کالے مسلمان، حسین کا بیٹا اوباما گورے امریکہ کا حکمران بن سکتا ہے تو اپنے اعلان کے مطابق وہ امن پالیسی بھی

لائے گا۔ وطنِ عزیز کے نادان بیٹے اس امید پر خوشی سے پھولے نہیں سماتے کہ واقعی اب حسین اوبامہ کے تختِ شاہی پر براجمان ہونے پر زنجیرِ عدل کھینچنے سے پہلے ہی اللہ کی زمین پر عدل اور امن کی بہاریں ہوں گی اور ہم غلام پاکستانی اب جوڈیشل لاک اپ سے آزادی پالیں گے۔

اوبامہ حسین مصر جیسے عظیم مسلم ملک میں کانفرنس سے خطاب کرتا اور قرآنی آیات کو اپنے خطاب کا تاج بناتا، اسلام کو امن کا مذہب تسلیم کرنے اور اہلِ اسلام کو امن دینے کا اعلان کرتا ہے مگر......مگر تخت نشینی سے اب تک سیکڑوں ڈرون طیارے حملوں کو تیز تر کرتا جاتا ہے۔ ہفتے دس دن بعد پاکستان کے لیے اپنے وائسرائے کو نگرانی کے لیے بھیجتا ہے۔ مشرقی سرحدوں سے پاکستانی افواج کو ہٹا کر ایف 16، ایف 17، مارٹر گولے، توپوں اور ٹینکوں سے مسلح زمینی اور آسمانی شاہی فوجوں کو افغان پاکستان سرحدی قبائلی اور پشتون پٹی پر ''بزن'' کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ یہی لوگ پولیو کے قطروں سے انکار اور جہاد پر اصرار کے مجرم ہیں۔ حکم اتنا سخت اور تاکیدی ہے کہ محترم سالارِ اعظم خود طیارے پر سوار ہوکر بمباری کی نگرانی کے لیے مالاکنڈ اور سوات تشریف لے جاتے ہیں۔ اصغر خان نے انگریز کمانڈر کے حکم پر بمباری کرنے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ نیچے آبادی میں عورتیں اور بچے بھی ہیں، اس کا عذر قبول کیا گیا تھا؟

صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عطیہ تلوار کو مقابل کافر عورت پر استعمال کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ عورت کا احترام اور عورت پر تلوار، تلوار دینے والے عظیم رسول کی توہین ہے......صلح حدیبیہ کے موقع پر چند مسلمان مردوں، عورتوں کے مکہ مکرمہ میں موجودگی اور لڑائی میں اُن کو نقصان کو خطرہ تھا۔ اس وجہ سے عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے محبوب صحابہ رضی اللہ عنہم کو جہاد کی اجازت نہ ملی (سورۃ الفتح، القرآن) یہ کیسے مسلمان حکمران ہیں، جن کو سوات مالاکنڈ، شمالی، جنوبی وزیرستان، بلوچستان اور دیگر قبائلی و قانونی علاقوں میں نہ عورتیں نظر آتی ہیں، نہ بچے نظر آتے ہیں، نہ بے گناہ ضعیف عمر مسلمان نظر آتے ہیں۔ بس حکمرانوں کو وائسرائے کا حکم اور وڈیروں اور زرداروں کا حکم نظر آتا ہے۔ یہ اللہ اور رسول کا حکم تو نظر انداز کر سکتے ہیں مگر امریکی وائسرائے کا حکم نظر انداز کرنے کی جرأت نہیں۔ لَا طَاعَۃَ لِـمَخۡلُوۡقٍ فِیۡ مَعۡصِیَۃِ الۡخَالِقِ (مخلوق کی اطاعت میں خالق کی نافرمانی نہ کرو) اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے فراستِ مومن والے خلیفہ راشد ''چھے اہم افراد'' کو مشورہ کا پابند اور خلافت کا اہل قرار دے سکتے ہیں تو یہاں فردِ واحد کا حکم کیوں چلتا ہے؟ پارلیمنٹ آخر کس مرض کی دوا ہے؟ کیا ہم اہلِ پاکستان اس میراثی کے بیٹے سے بھی زیادہ ناسمجھ بنے رہیں گے کہ چلو یہ حکمران چلا گیا تو حالات سنور جائیں گے۔ بش مسلم کش اور دشمن رسول پرویز مُش چلا گیا، اب ہمیں روٹی کپڑا اور مکان مل جائے گا؟ کیا ہمیں آسمانی اعلان پر غور کرنے کی توفیق نہیں ہوگی؟ وَ لَنۡ تَرۡضٰی عَنۡکَ الۡیَھُوۡدُ وَ لَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمۡ.

یہود و نصاریٰ تم سے کبھی راضی نہیں ہوں گے حتیٰ کہ تم ان کے دین کی پیروی کرو۔ (البقرہ، آیت:۱۲۰)

یہ قرآن ناشناسی، خدا فراموشی اور اللہ سے کیے گئے وعدے سے انحراف کی سزا ہے کہ

ابھی تک پاؤں سے چمٹی ہیں زنجیریں غلامی کی
دن آ جاتا ہے آزادی کا ، آزادی نہیں آتی

قسط:۱

آیت استخلاف اور خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُم فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَھُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِنۡ م بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا یَعۡبُدُوۡنَنِی لاَ یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُوۡلٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ .

وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک اعمال کیے کہ وہ ضرور بالضرور خلیفہ بنائے گا انہیں زمین میں جس طرح اس نے خلیفہ بنایا ان کو جو ان سے پہلے تھے اور ضرور بالضرور بدل دے گا ان کے (موجودہ) خوف کے بعد اس کو حالت امن کے ساتھ وہ میری عبادت کرتے ہیں، کسی کو میرا شریک نہیں بناتے اور جس نے ناشکری کی اس کے بعد تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔ (سورۃ النور، آیت:۵۵)

سورۃ النور کی آیت ۴۷ ''وَیَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالرَّسُوۡلِ وَاَطَعۡنَا ...... سے منافقوں کا ذکر چلا آرہا ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر ایمان میں سے ایک گروہ پھر جاتا ہے اور یہ لوگ درحقیقت مومن نہیں ہیں۔

اور جب یہ لوگ اللہ اور رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کرے تو ان میں سے ایک گروہ پہلوتہی کرتا ہے (النور، آیت:۴۸)

اور اگر کوئی حق ان کو ملنے والا ہو (یعنی کوئی فیصلہ ان کے حق میں ہونا ہو) تو اس کی طرف نہایت فرماں بردار بن کے آتے ہیں۔ (النور، آیت:۴۹)

کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا یہ ابھی شک میں پڑے ہوئے ہیں یا ان کو اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے ساتھ ناانصافی کریں گے بلکہ یہ لوگ خود ہی ظالم ہیں۔ (النور، آیت:۵۰)

ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کردے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا۔ یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ (النور، آیت:۵۱)

جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کریں اور اللہ سے خوف رکھیں اور اس (کے عذابوں) سے ڈرتے رہیں وہی نجات پانے والے ہیں۔ (النور، آیت:۵۲)

انہوں نے بڑی پکی قسمیں کھائیں کہ اگر آپ انہیں جہاد کا حکم دیں گے تو وہ ضرور نکل کھڑے ہوں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ بس قسمیں نہ کھاؤ۔ (تمہاری) اطاعت (کی حقیقت) معلوم ہے جو کچھ تم کررہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔ (النور، آیت:۵۳)

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر بھی اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمے تو صرف وہی ہے جو اس پر لازم کردیا گیا ہے اور تم پر اس کی جواب دہی ہے جو تم پر رکھا گیا ہے اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول پر تو صرف واضح طور پر پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔ (النور، آیت:۵۴)

ان آیات کے بعد آیت نمبر ۵۵ میں ''استخلاف'' کا ذکر کرکے پھر دعوت دی گئی ہے کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور رسول کی اطاعت کروتا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (النور، آیت:۵۶)

اوران کافروں کے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ یہ زمین میں ہمارے قابو سے باہر نکل جائیں گے۔ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بے شک نہایت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ (النور، آیت:۵۷)

اس سیاق وسباق کی روشنی میں آیت استخلاف کا مفہوم بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اس شک پر شدید ضرب لگائی ہے جو اسلام کے مستقبل سے متعلق وہ اپنے دلوں میں رکھتے تھے (اَفِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ اَمِ ارۡتَابُوۡا......) کہ مسلمانوں اور ان کے مخالفوں میں اس وقت جو کش مکش برپا ہے معلوم نہیں کہ اس میں آخری فتح کس کی ہوگی؟ لہٰذا مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ دونوں فریقوں کے ساتھ تھوڑا تھوڑا تعلق باقی رکھا جائے تا کہ دونوں میں سے جس کی بھی فتح ہو اپنا مفاد محفوظ رہے۔

آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اور موجود انسانوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم میں سے جو لوگ پوری راست بازی کے ساتھ ایمان اور عمل صالح کی راہ اختیار کرلیں گے ان سے اللہ کا وعدہ ہو چکا ہے کہ:

(۱)　اللہ تعالیٰ ان کو اس سرزمین میں اسی طرح اقتدار عطا کرے گا جس طرح پچھلے رسولوں کی امتوں کو اس نے اقتدار بخشا تھا۔

(۲)　اللہ اس دین کو مضبوط اور مستحکم کرے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے۔ ''ارۡتَضٰی لَهُمۡ'' کا مشار الیہ ''اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا. (المائدہ،۳) ہے۔

(۳)　ان کے عارضی خوف کو امن سے بدل دے گا اور کسی کی مجال نہ ہوگی کہ وہ دین اسلام یا حاملانِ دین کے لیے کوئی خطرہ پیدا کرسکے۔

(۴)　اس خلافت وحکومت میں لوگ اللہ ہی کی عبادت کریں گے اور شرک کا نظام ختم ہوجائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ فتح مکہ کے بعد ہی پورا ہوگیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے جزیرہ عرب کے متعلق

اعلان فرمادیا کہ:

''لَا یَجْتَمِعُ فِیْھَا دِیْنَانِ ''یعنی اس میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا چار وعدوں کے ذکر کے بعد فرمایا کہ: ''جو لوگ اس خلافت اسلامیہ کی ناقدری اور ناشکری کریں گے وہی لوگ فاسق اور نافرمان ہیں۔''

آیت استخلاف میں خلافت اسلامیہ کو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور عطیہ قرار دیتے ہوئے یہ بتایا گیا کہ اس کے بغیر محض دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتدریس سے نہ دین غالب ہوسکتا ہے، نہ امن وامان قائم ہوسکتا ہے اور نہ ہی نظام کفر وشرک ختم ہوسکتا ہے۔

اس آیت کے اوّلین مصداق وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جو خلافت کے منصب پر فائز ہوئے اور ان کے مقابلے میں کوئی دوسرا مدعیٔ خلافت موجود نہیں تھا۔ یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت مروان رضی اللہ عنہم کا شمار اگرچہ صغار صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے لیکن ان کی خلافت جہاں جزوی اور غیر تامّہ تھی وہاں ان کے مقابلے میں بالفعل دیگر مدعیان خلافت بھی موجود تھے۔ تاہم یہ حضرات اور شرائط خلافت پر پورے اترنے والے تا قیامت دیگر خلفا بھی آیت استخلاف کے عموم میں داخل ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جس طرح ''آیت تمکین'' کے مصداق تھے اسی طرح وہ آیت استخلاف کے بھی مکمل مصداق ہیں کیونکہ ان کے عہد خلافتِ راشدہ وعادلہ میں زیر بحث آیت میں کیے گئے چاروں وعدے پورے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں خلافت عطا کی، دین مرتضیٰ (دین اسلام) کو مستحکم ومضبوط کیا، ۶۵ لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی وسیع وعریض مملکت میں کوفہ، بصرہ وعراق جیسے شورش زدہ علاقوں سمیت مکمل امن وامان قائم رہا اور ان کے دور میں اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہی کی عبادت ہوتی رہی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نزول آیت کے وقت اگر بالفرض مشرف بہ اسلام نہ بھی ہوئے ہوں تو پھر بھی وہ وعدہ استخلاف کے عام ہونے کی بنا پر حکماً اس کے مصداق ہیں۔ اصول تفسیر میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ ''**العبرة لعموم الالفاظ لا لخصوص المورد**'' یعنی الفاظ کی عمومیت کا اعتبار ہوتا ہے کسی خصوصی شانِ نزول کا اعتبار نہیں ہوتا۔

اس بات سے انکار ممکن نہیں ہے کہ شان نزول سے آیت کا عمومی مفہوم محدود نہیں ہوجاتا بلکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحقیق کے مطابق شان نزول کا صرف اتنا مطلب ہوتا ہے کہ اس موقع پر بھی آیت چسپاں ہوتی ہے۔ (الفوز الکبیر)

پس آیتِ استخلاف کا وعدہ کسی ایک فرد یا جماعت میں محدود نہیں مانا جائے گا بلکہ نزول آیت سے لے کر تا قیامت جن پاک وجودوں پر اس آیت کا انطباق ہوگا اور اس آیت میں بیان شدہ علامات جن پر صادق آئیں گی وہ سب اس کے مصداق ہیں، ظاہر ہے کہ خلفاء صحابہ رضی اللہ عنہم بشمول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس آیت کے اوّلین مصداق ہیں۔ کیونکہ آیت میں مذکورہ علامات سب سے پہلے ان ہی کے عہدِ خلافت میں متحقق ہوئی ہیں۔ پھر بلا شبہ یہ بھی درست ہے کہ جب خلافت محمدیہ کا دامن قیامت تک وسیع ہے تو عمر بن عبدالعزیز دیگر خلفا وامام مہدی بھی زیر بحث آیت کے

مصداق ہوں گے۔

الغرض قرآن کریم ایک ضابطۂ حیات ہے اس میں امتِ مسلمہ کے عام مصالح کے لیے قوانین دیے گئے ہیں، اس کے احکام کو شانِ نزول کی روایات کے پیشِ نظر اشخاص اور واقعات کے ساتھ خاص نہیں کیا جا سکتا۔ آیتِ استخلاف نے واضح کر دیا ہے کہ ایک صحیح حکومت کے لیے بنیادی شرط ایمان اور عمل صالح ہے۔ یہ شرائط جب اور جہاں متحقق ہوں گی وہاں مسلمانوں کو ایسی حکومت میسر آ جائے گی جس سے مقاصد خلافت پورے ہو جائیں گے۔

امام نسفی (م ۷۰۱ھ) آیت استخلاف کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''کہا گیا ہے کہ یہ وعدہ نبی علیہ السلام اور ان کے رفقا سے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وعدہ محض مہاجرین سے ہے، جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ وعدہ عام ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں فرمایا گیا کہ: دنیا میں جہاں جہاں تک رات کی تاریکی پہنچتی ہے وہاں تک اللہ تعالیٰ کا یہ دین بھی پہنچے گا۔'' (جلد:۳، صفحہ:۱۱۶۔ مطبوعہ مصر)

امام ابو عبداللہ قرطبی مالکی (م ۶۷۱ھ) لکھتے ہیں کہ:

''علما کے ایک بڑے طبقے کی رائے ہے کہ یہ وعدہ ساری امّت کے لیے ہے......''

ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ آیت میں اصل اشارہ یہ ہے کہ اس میں تمام امّت و جمہور کی حکومت مراد ہے۔

ابن العربی مختلف اقوال پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

''پس صحیح بات یہ ہے کہ آیتِ کریمہ ساری امّتِ محمدیہ کے حق میں عام ہے کسی خاص طبقہ کے ساتھ خاص نہیں۔'' (تفسیر قرطبی، جلد:۲، صفحہ:۲۹۸، ۲۹۹)

حکیم الامّت مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ:

''اس آیت میں مجموعہ امّت سے وعدہ ہے ایمان و عمل صالح پر حکومت دینے کا جس کا ظہور عہد نبوی سے شروع ہو کر خلافت راشدہ تک متصلاً ممتد رہا۔ چنانچہ جزیرہ عرب آپ کے زمانہ میں اور دیگر ممالک زمانہ خلفائے راشدین میں فتح ہو گئے اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً گو اتصال نہ ہو، دوسرے صلحا، ملوک و خلفا کے حق میں اس وعدہ کا ظہور ہوتا رہا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ جیسا کہ دوسری آیات میں ہے: ''اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ'' ونحوہ اور اس وعدہ کا حاصل مجموعۂ ایمان و عمل صالح و عبادتِ خالصہ پر مجموعۂ استخلاف و تمکینِ دین تبدیلِ خوف بالامن کا مرتب ہونا ہے۔ اور سیاق سے اس مرتب کا اختصاص بھی اس مرتب علیہ کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔ پس فُسّاق یا کفار کو احیاناً حکومت و سلطنت کامل جانا محلِ اشکال نہیں کیونکہ وہاں مجموعہ مرتب نہیں ہوتا۔'' (بیان القرآن، جلد:۸، صفحہ:۳۰)

سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی لکھتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے مجموعۂ اُمّت سے حکومت اور دینِ اسلام کے استحکام اور جماؤ اور خوف کو امن سے بدل دینے کا وعدہ فرمایا۔'' (کشف الرحمٰن، جلد:۲، صفحہ:۵۷۰)

مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا صلاح الدین یوسف اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''بعض نے اس وعدۂ الٰہی کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ یا خلفائے راشدین کے ساتھ خاص قرار دیا ہے، لیکن اس کی تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔ قرآن کے الفاظ عام ہیں اور ایمان وعمل کے ساتھ مشروط ہیں۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ عہدِ خلافت راشدہ اور عہدِ خیر القرون میں اس وعدۂ الٰہی کا ظہور ہوا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زمین میں غلبہ عطا فرمایا، اپنے پسندیدہ دین اسلام کو عروج دیا اور مسلمانوں کے خوف کو امن سے بدل دیا۔ پہلے مسلمان کفارِ عرب سے ڈرتے تھے، پھر اس کے برعکس معاملہ ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جو پیش گوئیاں فرمائی تھیں وہ بھی اس عہد میں پوری ہوئیں۔ مثلاً: آپ نے فرمایا تھا کہ حیرہ سے ایک عورت تن تنہا اکیلی چلے گی اور بیت اللہ کا آکر طواف کرے گی اس کو کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوگا۔ کسریٰ کے خزانے تمہارے قدموں میں ڈھیر ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔''

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا: ''اِنَّ اللّٰہَ زَوَی لِیَ الْاَرْضَ فَرَأَیْتُ مَشَارِقَھَا وَ مَغَارِبَھَا و اِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْکُھَا مَا زُوِیَ لِیْ مِنْھَا'' اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لیے سکیڑ دیا پس میں نے اس کے مشرقی اور مغربی حصے دیکھے۔ عنقریب میری امّت کا دائرہ اقتدار وہاں تک پہنچے گا جہاں تک میرے لیے زمین سکیڑی گئی۔

(صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ۔ باب ہلاک، ہٰذہ الامۃ بعضھم ببعض)

حکمرانی کی یہ وسعت بھی مسلمانوں کے حصے میں آئی اور فارس وشام اور مصر وافریقہ دیگر دور دراز کے ممالک فتح ہوئے اور کفر وشرک کی جگہ توحید وسنت کی مشعلیں ہر جگہ روشن ہو گئیں اور اسلامی تہذیب وتمدن کا پھریرا چار دانگ عالم میں لہرایا گیا۔ لیکن یہ وعدہ چونکہ مشروط تھا اس لیے مسلمان جب ایمان میں کمزور اور عمل صالح میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے تو اللہ نے ان کی عزت کو ذلت میں، ان کے اقتدار اور غلبے کو غلامی میں اور ان کے امن واستحکام کو خوف اور دہشت میں بدل دیا۔ (قرآن کریم مع اردو ترجمہ وتفسیر تحت الآیۃ، صفحہ: ۹۸۶، ۹۸۷۔ مطبوعہ شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس)

مولانا فیض احمد گولڑوی حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کے مضمون ''آیت استخلاف کے نتائج کا خلاصہ'' کے تحت ''لیستخلفنھم'' کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

''واضح ہو کہ عبارۃ النص سے مخاطبین اوّلین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا استخلاف برائے خلافت راشدہ ثابت ہوتا ہے تاہم جب بھی مسلمانوں میں ان اوصاف رکھنے والوں کی اکثریت ہو وعدہ استخلاف اشارۃً ان کو بھی شامل ہے۔ چنانچہ قبل از قیامت بارہ خلفا کے متعلق احادیثِ صحیحہ وارد ہیں جن کے زمانہ میں اسلام کو غلبہ ہوگا۔ ان میں حضرت امام مہدی بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر لوگوں سے وعدہ تو نہیں مگر اپنے فضل وکرم سے اللہ تعالیٰ مہربانی فرما دیں تو بعید نہیں جیسا کہ بعض نیک بادشاہوں اور سربراہوں کے زمانہ میں ہوتا رہا۔'' (تصفیہ مابین سُنّی وشیعہ، صفحہ: ۱۰، کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف)

علامہ محمد العربی بن التبانی السطیفی المغربی آیت استخلاف کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

الوعد بالاستخلاف فی الارض فی هٰذه الآية عام عند المحققين يدخل تحته كلّ من تولی وظيفة من وظائف المسلمين من امة محمّد صلی اللّٰه عليه وسلّم بشرط اتصافه بالوصفين و هما: الايمان والعمل الصالح. فتشمل الخلافة والملک و اقامة الدعوىٰ و عموم الشريعة بنفاذ الوعد فی كل احد بقدرة و علىٰ حاله...... والام فی ''الارض'' للجنس فهو عام ايضاً و ''من'' للتبعيض أو البيان و علىٰ كل فالخطاب للنبیّ ولمن معه فيندرج تحت عمومها جميع الصحابة والخلفاء الاربعة رضی اللّٰه عنهم قبل كلّ من اتصف بالوصفين ممّن جاء بعدهم.

اس آیت میں ''استخلاف فی الارض'' کا وعدہ محققین کے نزدیک عام ہے اور اس کے تحت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وہ امّتی داخل ہے جو امور مسلمین میں سے کسی معاملے کا نگران بنایا گیا ہو۔ بشرطیکہ وہ دو وصفوں کے ساتھ متّصف ہو۔ ا۔ ایمان اور ۲۔ عمل صالح۔ پس یہ آیت کریمہ خلافت، بادشاہت، دعوت کے قائم کرنے اور شریعت کے عام کرنے کو بھی شامل ہوگی۔ وعدہ استخلاف کو ہر ایک کی وسعت و قدرت اور حالت کے مطابق نافذ کرنے کی وجہ سے ...... اور ''الارض'' میں ''لام'' جنس کے لیے ہے پس یہ بھی عام ہے اور ''من'' تبعیض یا بیان کے لیے ہے، پس دونوں صورتوں میں یہ خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہے۔ لہٰذا اس آیت کریمہ کے عموم کے تحت تمام صحابہ اور خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم داخل ہوگے بعد میں آنے والے ہر اس شخص سے پہلے جو مذکورہ دو وصفوں سے متّصف ہو۔ (اتحاف ذوی النجابۃ بمافی القرآن والسنۃ من فضائل الصحابۃ، صفحہ: ۴۰، مطبوعہ دار الصحوۃ۔ قاہرہ، مصر)

اس کے برعکس اہل تشیّع کے نزدیک آیت استخلاف امام مہدی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ ملّا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ

''نزلت فی المهدی'' یعنی یہ آیت امام مہدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (بحار الانوار، جلد: ۱۳، صفحہ: ۱۲)

اہل تشیّع کی تفسیر ''مجمع البیان'' میں اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ:

واختلف فی الآية فقيل انّها واردة فی اصحاب النبی صلّی اللّٰه عليه وسلّم و قيل هی عامة فی امّة محمّد و عن ابن عباس و مجاهد والمروی عن اهل البيت انّها فی المهدی من اٰل محمّد.

اس آیت کی تفسیر میں اختلاف کیا گیا ہے بعض لوگوں نے اس آیت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق قرار دیا ہے اور بعض نے اسے پوری امّت محمدیہ کے حق میں قرار دیا ہے۔ جب کہ ابن عباس اور مجاہد رضی اللہ عنہم نیز اہل بیت سے مروی ہے کہ یہ آیت آل محمد کے امام مہدی کے حق میں ہے۔ (مجمع البیان، جلد: ۱۸، صفحہ: ۱۹۶)

اہل تشیّع نے مذکورہ تفسیر کی بنیاد اس نظریہ پر رکھی ہے کہ:

انّ التمکین فی الارض علی الاطلاق لم یتفق فی ما مضی فھو منتظر لانّ اللّٰہ عز اسمہ لا یخلف وعدہ

چونکہ دین اسلام کو ساری زمین میں مطلق طور پر زمانہ ماضی میں غلبہ حاصل نہیں ہوا اس لیے ہم اس کے منتظر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ آیت استخلاف کے تحت امّت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسلام کا ہر وہ فرد داخل ہے جسے مسلمانوں کے اہم امور کی کوئی ذمہ داری سونپی گئی ہو، بشرطیکہ اس میں دو وصف ایمان اور عمل صالح موجود ہوں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ان اوصاف کی نفی کوئی مومن بالقرآن نہیں کرسکتا۔ وہ خلفائے خمسہ رضی اللہ عنہم کے بعد ایک صحابی خلیفہ ہونے کے علاوہ آیت تمکین اور آیت استخلاف کے عموم میں شامل ہیں اور اپنے بعد آنے والے تمام خلفا بشمول عمر بن عبدالعزیز اور امام مہدی (جو اہل سنت کے نزدیک ''بالاتفاق'' خلیفہ راشد ہیں) سے بھی افضل ہیں لہٰذا وہ آیت استخلاف کے مصداق ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام اور ہجرت کی تفصیل ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے گزشتہ شمارے (ستمبر ۲۰۱۱ء) میں زیرِ عنوان: ''آیت تمکین اور خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ'' گزر چکی ہے (جاری ہے)

☆☆☆

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

مدرسین قرآن تیار کرنے کے لئے
حیرت انگیز مربی ساز　ساتویں
مجلسِ تفہیم و تدریسِ قرآن

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
علم کی طلب میں نکلنے والا دراصل اللہ کے راستے میں نکلنے والا ہے۔
علم کی طلب میں کہیں جانا عبادت ہے۔ حصولِ علم، روزے رکھنے اور تہجد پڑھنے کے برابر ہے۔
اے لوگو دین کا علم حاصل کرو قبل اس کے کہ اسے اٹھالیا جائے۔

آغاز
23 اکتوبر 2011ء 10 بجے صبح اتوار
اختتام
29 اکتوبر 2011ء بعد نماز ظہر ہفتہ

مسجد بلال رضی اللہ عنہ جھوک نواز، ضلع وہاڑی، پنجاب

سہولت　قیام وطعام و تعلیم مفت　اہلیت　نگاہ بلند، سخن دل نواز، جاں پرسوز
مستقل مربی　پروفیسر حافظ سعید احمد دھامراہ (لاڑکانہ)

برائے رابطہ
محمد رفیق نظامی ایڈووکیٹ
0300-7599197

مزید تفصیلات کیلئے
0302-6997231
0323-7943231
0334-4366743

روشنی کا پیامبر　بلال رضی اللہ عنہ اسلامک سنٹر جھوک نواز ضلع وہاڑی

توہینِ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا انجام

افادات: جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جنگ جمل کے موقع پر اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار تھیں، اونٹ کا رنگ سفید تھا......سفید رنگ حسن والا ہوتا ہے۔اونٹ ''مہرۃ'' نسل کا تھا، اس کا نام ''عسکر'' تھا۔ یمن کے گورنر ''یعلیٰ بن امیہ'' نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں یہ اونٹ اور کئی ہزار اشرفیاں بھیجی تھیں۔ سبائیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں کھڑے ہو کر اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر پر تیر برسائے اور ادھر سے اس طرف چلے۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے اردگرد ''بنو ضبہ'' کے لوگ تھے جو حارث بن زبیر الازدی کے یہ شعر پڑھ رہے تھے کہ:

یَا اُمَّنَا یَا خَیْرَ اُمٍّ نَعْلَمُ (اے ہماری اماں، اے ہماری دانست میں ہماری معلومات کے مطابق سب سے بہتر ماں!)

اَمَا تَرَیْنَ کَمْ شَجَاعٍ یُکْلَمُ (کیا آپ نہیں دیکھتیں کہ کتنے بہادر زخمی ہوگئے ہیں)

وَ تَجْتَلِیْ هَامَّتَهٗ وَالْمِعْصَمُ (اور آپ اُن کی کھوپڑیاں اور کلائیاں (کٹی ہوئی) دیکھتی ہیں)

انہوں نے اماں کے اردگرد اپنی لاشوں کے ڈھیر لگا دیے، اماں کے اردگرد بنو ضبہ کی ستر لاشیں تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ایک سبائی خبیث تھا، اس کا نام ''**أَعْیَنُ بْنُ ضَبِیْعَةَ الْمجاشعی**'' تھا۔ اس نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہودج کا پردہ اٹھا کر اندر جھانکا......استغفر اللہ

ان ظالموں نے لوٹ لی حرمت رسول کی
محشر میں کوئی جواب ان کو سجھایا نہ جائے گا

اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''**اِلَیْکَ! لَعَنَکَ اللّٰهُ**'' تجھ پر اللہ کی لعنت ہو باز آ جا (ہٹ جا) پھر بھی باز نہ آیا، اور بھونکنے لگا: ''سنا تھا کہ نبی کی گھروالی بڑی گوری چٹی ہے آج بھی ویسی ہی نظر آ رہی ہے''

اس خبیث نے پھر جھانکا اور بکواس کی: ''**مَا أَرَی اِلَّا حُمَیْرَاءَ**'' بڑی گوری چٹی کو دیکھا۔

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے یہ جملے نکلے:

''**هَتَکَ اللّٰهُ سِتْرَکَ، وَقَطَعَ یَدَکَ، وَأَبْدٰی عَوْرَتَکَ**''

''اللہ تیرا پردہ چاک کرے، تیرے ہاتھ کٹ جائیں، اور اللہ تجھے ننگا کر کے پھینک دے۔''

دو دن بعد یا تیسرے دن بصرہ والوں نے دیکھا: اس کے ہاتھ کٹے ہوئے تھے اور ننگی لاش پڑی ہوئی تھی۔

(البدایہ والنہایہ، جلد: ۷، صفحہ: ۲۴۵)

سن لو! سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بے حرمتی کرنے والوں کو اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا، نقد بدلہ اللہ نے چُکا دیا۔
میرا عقیدہ ہے کہ جو سبِّ صحابہ کرے گا مرنے کے بعد اس کا منہ قبلہ کی طرف نہیں رہے گا اور قبر میں شکل خنزیر کی ہو جائے گی۔

علاّمہ ابن حجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ھ کے مجدّد ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کرنے والے ایک بدبخت کے انجام کی تفصیل لکھتے ہیں:

ابن منیر گورنر حلب جب مر گیا تو حلب کے نوجوانوں نے اس کے متعلق ایک فیصلہ کیا کہ اس کی قبر کو اکھیڑو اور لاش کا حلیہ دیکھو کہ کیا ہے؟ کیوں کہ ہم نے یہ عقیدہ اپنے علما سے سنا ہوا ہے کہ جو شخص ابوبکر و عمر اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالی دیتا ہے اللہ تعالیٰ قبر میں اس کی شکل خنزیر کی بنا دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ ابن منیر ان دونوں بزرگوں کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ وہ اس کی قبر کے پاس آئے، انہوں نے قبر اکھیڑی، دیکھا تو اس کی شکل خنزیر کی بنی ہوئی تھی اور منہ قبلہ سے مڑا ہوا تھا۔ انہوں نے اس کو باہر نکالا اور قبر کے کنارے پر اس کو لٹکا دیا۔ تین دن لٹکا رہا۔ لوگ آتے اور دیکھتے کہ ابن منیر کی شکل خنزیر کی سی ہوگئی ہے۔ جب نمائش ہوگئی تو پھر اس کی لاش کو جلایا اور خاک قبر میں ڈال دی۔

استغفر اللہ العظیم من کل ذنب و من ھذا الذنب الاکبر

(الزواجر عن اختلاف الکبائر، علاّمہ ابن حجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ، حصہ دوم۔ صفحہ: ۲۲۰)

(اقتباس: خطاب جمعہ، مسجد معاویہ عثمان آباد۔ ملتان)

☆☆☆

دعائے صحت

☆ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل جناب عبداللطیف خالد چیمہ گزشتہ دنوں شدید علیل ہو گئے اور ایک ہفتے سے زائد چیچہ وطنی کے ہسپتال میں زیرِ علاج رہے، ان کی علالت کے دوران نہ صرف ملک بھر سے بلکہ بیرون ممالک سے حضرات اکابر علماء کرام، جماعتی احباب، بزرگوں، دوستوں، عزیزوں اور رشتہ داروں نے بے حد محبت کا اظہار کیا اور مسلسل عیادت اور دعائیں کرتے رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے اب وہ بہت بہتر ہیں تاہم ڈاکٹروں کے مشورے کے ساتھ علاج آرام اور پرہیز چل رہا ہے تمام پُرسان حال کا بے حد شکریہ محترم چیمہ صاحب کی والدہ ماجدہ بھی ضعیف اور علیل ہیں سب بیماروں کے لئے دعاؤں کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

☆ ساہیوال میں ہمارے محبّ ومہربان حضرت مولانا عبدالستار مہتمم جامعہ اشرفیہ عیدگاہ ساہیوال گزشتہ دنوں سے علیل ہیں۔

☆ چیچہ وطنی میں مرکزی مسجد عثمانیہ کے معاون خصوصی عبداللطیف خالد چیمہ کے استاد محترم جناب ماسٹر محمد اسلم گزشتہ کئی ماہ سے علیل ہیں۔

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کی شفایابی کے لیے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ سب کو شفاء کاملہ عطاء فرمائے (آمین)

غزل

سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ

حُسن رسوا ہے شاہراہوں میں
عشق برباد ہے گناہوں میں

دل ہو مسرور جب گناہوں میں
کیا اثر ہوگا اس کی آہوں میں

کب سے کافورِ فطرتِ انساں
مسخ و پامال ہے سِیاہوں میں

بھائیوں کی دراز دستی سے
کتنے یوسف پڑے ہیں چاہوں میں

کتنے عیسیٰ گئے ہیں سولی تک
اپنے نادان خیر خواہوں میں

مسندِ علم ہوگئی ویراں
لٹ گیا دین خانقاہوں میں

جس کا تذکار بھی عبادت ہے
ہے وہ محبوب میری بانہوں میں

جب سے دیکھا ہے حُسنِ سادہ ترا
ہر حسیں ہیچ ہے نگاہوں میں

تیری یاد اور آنسوؤں کی جھڑی
تارے گرتے ہیں تیری راہوں میں

یہ سنا تھا کہ دل ہے تخت ترا
تو انوکھا ہے پادشاہوں میں

راز موتی ہیں تُو سمندر ہے
کون پہنچے گا تیری تھاہوں میں

جانشینِ امیرِ شریعت
حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حافظ عبدالرشید ارشدؒ*

حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری، حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ امیر شریعت بڑے ذکی اور مردم شناس تھے۔ ان کی اپنی زندگی تو ریل اور جیل میں کٹی لیکن اپنے بیٹے کی ذہانت وذکاوت کو دیکھتے ہوئے دینی تعلیم کے لیے خیرالاساتذہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ عربی خیر المدارس جالندھر میں داخل کرایا۔ قرآن مجید تو پہلے ہی امرتسر میں حفظ کرلیا تھا اور دورۂ حدیث کے سال ۱۹۴۷ء میں پاکستان بن گیا۔ ان کا آخری تعلیمی سال تقسیم ملک کی نذر ہوگیا۔ مدرسہ خیر المدارس ملتان میں منتقل ہوا تو ۱۹۴۸ء میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ اپنے استاذ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت چہیتے اور قابل فخر شاگردوں میں سے تھے۔ انہی کے حکم پر چند سال خیر المدارس میں پڑھاتے بھی رہے، استاذی حضرت مولانا محمد صدیق (شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس) آپ کے ہم جماعت اور دورہ حدیث کے ساتھی ہیں۔

یہ کہنا اور بتانا مشکل ہے کہ احقر نے سب سے پہلے حضرت ابوذر بخاریؒ کو کہاں دیکھا تھا۔ میں انتہائی کتب کے لیے ایک دفعہ ۱۹۴۹ء میں مدرسہ عربی خیر المدارس ملتان میں داخل ہوا پھر درمیان میں میاں چنوں اپنے گھر آکر حضرت مولانا محمد ابراہیم جگرانوی اور حضرت مولانا محمد عبداللہ دھرم کوٹی سے پڑھنے لگا۔ یہی وہ سال تھا کہ جب بھی مجھے موقع ملتا میں حضرت امیر شریعت کے در دولت پر حاضری دیتا۔ ظاہر ہے کہ انہی دنوں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہوگا۔ مرحوم کبھی کبھار اپنی مادر علمی خیر المدارس میں حاضری دیتے۔ کپڑے کی اونچی باڑ کی ٹوپی، شرعی شلوار کرتہ اور رنگ روپ سبحان اللہ......مثالی مردانہ وجاہت کے حامل تھے۔ موٹی شربتی آنکھیں، کشادہ پیشانی، ستواں ناک، رخسار سرخ وسپید اور پُرگوشت۔ میانہ قد، مائل بہ فربہی بلکہ فربہ ہی کہیے۔ دیکھتے طبیعت سیر نہ ہوتی تھی۔ ان دنوں کسی مجلس میں ان کی گفتگو سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ دور ہی سے درشن ہوتے تھے۔ البتہ کبھی کبھی اپنے اساتذہ کے پاس مؤدب بیٹھے دیکھا کہ اُنہیں دیکھ کر پہلے دور کے استاد شاگرد کے رشتے کا احساس ہوتا تھا۔ چلتے ہوئے نگاہ سامنے نیچے رکھتے۔

نادیۃ الادب الاسلامی کا قیام اور علامہ طالوتؒ کی سرپرستی:

حضرت ابوذر بخاریؒ نے تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد ''نادیۃ الادب الاسلامی'' کی بنیاد رکھی۔ جس کے سرپرست علامہ طالوتؒ (مولانا عبدالرشید نسیم) تھے۔ جنھوں نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور علامہ اقبالؒ کے درمیان واسطہ بن کر ''نظریہ قومیت'' پر خط کتابت کرائی تھی۔ یہیں ان کے متعلق یہ ذکر کردیا جائے کہ علامہ طالوت بہت

* سابق مدیر ماہنامہ ''الرشید'' لاہور

بڑی علمی وادبی شخصیت تھے۔ان کی بعض نظمیں مولانا ظفر علی خان کے رنگ میں ''زمیندار'' میں قلمی نام سے شائع ہوئیں جو بعد میں مولانا ظفر علی خان کے مجموعہ کلام میں شائع ہوگئیں۔لیکن مرحوم قلندرانہ طبیعت کے مالک تھے،ان کی نشاندہی نہیں کی۔حضرت امیر شریعتؒ سے بہت ربط ضبط تھا۔حضرت شاہ صاحب کے مجموعۂ کلام ''سَوَاطِعُ الِالْہَام'' کے شروع میں ان کا ایک بہت علمی مضمون ہے جس سے ان کی علمی وجاہت وثقاہت کا پتہ چلتا ہے۔میں نے ''بیس بڑے مسلمان'' میں حضرت شاہ صاحب پر مضمون لکھنے کی انہی سے درخواست کی تھی۔آپ اس کو لکھ رہے تھے کہ مجھے حرمین کی حاضری کا بلاوا آ گیا اور مجھے وہیں ان کی وفات کی اطلاع ملی۔اگر وہ زندہ رہتے اوران کا مضمون شامل کتاب ہوتا تو بہت وقیع ہوتا لیکن اللہ کو منظور نہیں تھا۔ان کی تاریخی حیثیت اس حوالے سے ہمیشہ رہے گی کہ انہوں نے برصغیر کی دو عبقری شخصیتوں کے درمیان واسطہ بن کر خط کتابت کی اور بڑھتے ہوئے معاملے کو سنبھال لیا۔گو، یار لوگ اب بھی اس کو گاہے ہوا دیتے رہتے ہیں۔

جملہ معترضہ طویل ہوگیا۔''نادیۃُ الادبُ الاسلامی'' کے علامہ طالوت مرحوم سرپرست تھے اور ہمارے ممدوح مرحوم مولانا سید ابوذر بخاری اس کے بانی تھے اور یہ وہ دور ہے کہ جب بڑے بڑے دانش ورابھی منقار زیر پر تھے لیکن اس نوجوان بخاری سیّد نے کام کا آغاز کر دیا تھا۔اس مجلس کے زیر اہتمام کئی ایک کتابچے شائع ہوئے اور اس کے ساتھ ہی اس نوجوان نے جو درس نظامی سے فارغ ہوا تھا، ملتان سے سہ ماہی ''مستقبل'' شائع کرنا شروع کیا۔جن لوگوں نے پاکستان بنایا تھا وہ اقتدار کی جنگ میں مصروف تھے اور جس کے محترم ومکرم والد نے تقسیمِ پاکستان سے نظریاتی اختلاف کیا تھا وہ پاکستان کے مستقبل کے لیے کام کا بیڑا اٹھا رہا تھا۔سی آئی ڈی کے کاغذات میں تو اب بھی شاید مجلس احرار اسلام اور اس کا نام لینے والوں کا نام بلیک لسٹ میں ہوگا۔ان دنوں تو پاکستان نیا نیا بنا تھا اور احرار اسلام کا نام لینا اپنے آپ کو گردن زدنی قرار دینا تھا۔تو پھر بانیٔ احرار کے بیٹے کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ملتان ایک ماہ نامے کا ڈیکلریشن کیوں دیتا۔

سردار عبدالرب نشتر سے ملاقات اور ''مستقبل'' کا ڈیکلریشن:

حضرت امیر شریعت کراچی تشریف لے گئے۔سید ابوذر بخاری بھی ساتھ تھے اور مولانا مجاہد الحسینی بھی،کہ بیٹے نے والد سے کہا کہ سردار عبدالرب نشتر وزیر اطلاعات ونشریات ہیں۔ان سے کہیے کہ مجھے ڈیکلریشن مل جائے۔حاجی مولا بخش سومرو کے گھر قیام تھا......سومرو صاحب نے بھی کہا تو حضرت امیر شریعت آمادہ ہوگئے اور یوں کار میں بیٹھ کر کراچی کے سیکرٹریٹ کی طرف روانہ ہوئے۔حضرت امیر شریعت نے سردار صاحب کے نام اپنے نام کی چٹ بھیجی تو سردار صاحب پاؤں سے ننگے سر پر پگڑی رکھے فوراً باہر آئے اور مصافحہ،معانقہ کے بعد عرض کیا کہ مجھے چٹ بھیج کر اقامت گاہ پر بلا لیا ہوتا،توامیر شریعت نے فرمایا کہ میں تو نہ آتا لیکن تمہارے بھتیجے کا اصرار تھا۔حاجی صاحب (مولا بخش سومرو) نے بھی کہا کہ جانے اور کہنے میں کیا حرج ہے؟ اس پر سردار صاحب نے کہا کہ میں صوبائی حکومت یا متعلقہ دفتر کو کہہ دوں گا ان شاء اللہ کام ہو جائے گا۔

سردار نشتر مسلم لیگ کے ان سربرآوردہ زعما میں سے تھے جو اپنی خاندانی شرافت ونجابت اور ادبی ذوق کے لحاظ سے بہت نمایاں تھے۔عبوری حکومت میں انڈیا میں مسلم لیگ کی جانب سے وزیر رہے۔قیام پاکستان کے بعد پنجاب کے انگریز گورنر (سرفرانسس موڈی) کے بعد پنجاب کے پہلے مسلمان گورنر تھے اور مسلمانوں کے سابق حکمرانوں کی طرح وضع دار اور دیانت دار۔آپ کے لڑکے سائیکل پر سکول جایا کرتے اور سردار صاحب تقریباً باقاعدہ نیلا گنبد کی مسجد میں حضرت

مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہٗ کے ہاں جمعہ پڑھنے آتے لیکن بغیر کسی کرّ وفر اور سرکاری پروٹوکول کے۔ آپ کا انتقال شب جمعہ کو ہوا۔ اس جمعہ یا اگلے جمعہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے جمعہ کی تقریر میں فرمایا کہ اِن اِن اوقات میں مرنے والوں کا بمصداق حدیث شریف، حساب کتاب نہیں ہوگا اور پھر اس کی مختلف توجیہات بیان فرمائیں اور آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شب جمعہ کو وفات ہی اس مسلمان کو دیتا ہے کہ جس کی کسی خوبی کی وجہ سے حساب کتاب لینا منظور نہ ہو۔ اور پھر اپنا ایک قصہ سنایا کہ میں جب دارالعلوم دیوبند میں طالب علم تھا تو شہرت ہوئی کہ ایک سن رسیدہ عورت مرض الموت میں ایک شعر پڑھ رہی ہے میں بھی اسے دیکھنے چلا گیا، دیکھا اور سنا تو وہ یہ شعر پڑھ رہی تھی:

خالی ہاتھ میں چلی دربار میں
کون پوچھے گا مجھے سرکار میں

میں نے یہ شعر سن کر پہلے مصرعہ کو نظر انداز کرتے ہوئے دوسرے کو مجمل بناتے ہوئے کہا کہ اس کا شبِ جمعہ کو انتقال ہوگا، تو صاحبو اس مستورہ کا انتقال شبِ جمعہ کو ہوا۔ میں نے اس کے دوسرے مصرعے سے تفاول لیا تھا اور اس حدیث شریف پر میری نظر گئی تھی۔ تو ہمیں اپنے اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ سردار صاحب کی موت شب جمعہ کو ہونے کے سبب ان کا قبر میں حساب کتاب نہیں ہوگا اور سردار مرحوم کے متعلق ویسے بھی مشہور ہے کہ نیک اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ میں میاں چنوں سے اگر لاہور آتا تو جمعہ شیرانوالہ گیٹ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے ہاں یا پھر نیلا گنبد میں پڑھتا تھا۔ ان دنوں جمعہ کی چھٹی نہیں ہوتی تھی۔ لاہور کھلا ہوتا تھا اور چھوٹے شہروں کے لوگ عام طور پر جمعہ کو مال لینے آتے تھے کہ چھوٹے شہروں میں جمعہ کو چھٹی ہوتی تھی۔ گزشتہ دنوں میں ایک کتاب سکندر مرزا کے متعلق پڑھ رہا تھا اس میں ان کے متعلق لکھا تھا کہ سکندر مرزا کے بقول:

> ''سردار اورنگزیب اب میرے ہاتھوں سے نکلا جا رہا تھا۔ اس نے مجھ سے وزارت سازی کے متعلق امداد کی درخواست کی تھی۔ میری نظر سردار عبدالرب نشتر پر تھی وہ ایک انتہا پسند مسلم تنظیم احرار کے راہنما تھے۔ احراری مسلم لیگ کے سخت مخالف تھے اور بوجوہ کانگریس کے حلیف تھے۔ نشتر مسٹر جناح کو پسند نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے گزشتہ سال ہی مسجد مہابت خاں میں ان کے خلاف ایک تند و تیز اور توہین آمیز تقریر کی تھی۔'' (سکندر مرزا، احمد سلیم۔ صفحہ: ۶۹)

جب مسلم لیگ میں جنگ اقتدار اور زور پکڑ گئی تو کچھ دیر کے لیے سردار عبدالرب نشتر کو مسلم لیگ کا صدر بنایا گیا تھا تو اس لحاظ سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مجلس احرار اسلام کا ایک سابق سرحدی رکن ۱۹۴۲ء میں مسلم لیگ کی جانب سے بحیثیت مسلم لیگی وزیر، قیامِ پاکستان کے بعد مرکزی وزیر اطلاعات ونشریات، پنجاب کا گورنر اور آل پاکستان مسلم لیگ کا صدر بھی بن گیا تھا۔ تو اس طرح اگر شاہ صاحب نے سردار عبدالرب نشتر سے ایک سفارش کی تو اپنے سابقہ احرار رضا کار سے سفارش کی۔

سرمایہ دار......اور غریبوں کے حقوق کا تحفظ؟:

پاکستان میں مزدوروں کے متعلق بہت شور اور واویلا کیا جاتا ہے کہ غربت وافلاس زیادہ ہے۔ پاکستان کے مال دار ارب پتی سیاست دان ان غریبوں کا استحصال کر کے اپنی لیڈری چمکاتے آئے ہیں۔ جب کہ ان کو گرانی یا سٹیٹ بنک

کے زرمبادلہ میں کمی اور غیرملکی قرضوں سے نہ کوئی فرق پڑتا ہے اور نہ ان کے دھن دولت میں کوئی کمی ہوتی ہے۔ اور لوگ ہیں کہ ان کو بیساکھیوں کا کام دیتے ہیں۔ اسی نئی صورت حال میں دیکھئے مہنگائی اور گرانی کا سب سے زیادہ زرپرست پیر، دنیا دار علماء اور تاجر شور مچا رہے ہیں جن کی پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں ہے۔ ان بیچاروں اور ہوائی جہاز میں سفر کرنے والوں کو کہ جن کی کوٹھیاں، دربار، ڈیرے، ایکڑوں میں ہیں کوئی تکلیف نہیں۔ اگر تکلیف ہے تو اپنی قیمتی موٹروں کو چھوڑ کر ویگنوں، بسوں یا ریل گاڑی کے نچلے درجے میں سفر کریں تا کہ پتہ چلے کہ غریب عوام کس بھاؤ تلے ہیں۔ ذخیرہ اندوز تاجروں کا سٹاک گوداموں میں پڑا پڑا سوگنا ہو گیا اور اکثر لیڈروں کا بینک بیلنس یا تو اپنے ہی ملک میں ڈالروں میں ہے یا پھر غیرملکوں میں ان کے اکاؤنٹ ہیں جو ازخود بڑھ گئے ہیں۔ سوال تو غریب کا ہے......

میرا موضوع سخن غریب کی طرف اس طرح چلا گیا کہ میں جن افراد یا جماعت کا ذکر کر رہا ہوں، یہ برصغیر کی سب سے غریب جماعت تھی، جس کو آج کی سیاست کے اجارہ داروں کے بڑوں نے پنجاب میں آگے نہیں آنے دیا ورنہ ایک زمانہ آ گیا تھا کہ اس جماعت کی پنجاب میں وزارت بن جاتی۔ ان پر مسجد شہید گنج گرا دی گئی اور شہید گنج کے ملبے کے نیچے یہ لوگ اس طرح دب گئے کہ پھر اوپر اٹھ نہ سکے۔ سرفضل حسین نے شہید گنج گرنے یا گرانے کے بعد کہا تھا کہ میں نے احرار کے لیے ایسا گڑھا کھودا ہے کہ جس سے وہ قیامت تک نہیں نکل سکتے، لیکن اللہ کا اپنا ایک قانون ہے۔ اسی شہید گنج کے واقعے سے آغا شورش کاشمیری کو احرار میں لا ملایا جو قیام پاکستان سے قبل اور بعد جب تک زندہ رہا حکمرانوں پر کابوس بن کر سوار رہا اور احرار آج بھی زندہ ہیں اور ان شاء اللہ زندہ رہیں گے۔

سہ روزہ ''مزدور'' کا اجراء:

ہمارے ممدوح حضرت مولانا ابوذر بخاریؒ نے ملتان ہی سے ''مزدور'' کے نام سے ایک سہ روزہ اخبار جاری کیا جو اگرچہ زیادہ دیر جاری نہ رہا لیکن نوجوان نے بتا دیا کہ ملک میں مزدور کے حامی اگر کوئی ہیں تو وہ احرار ہیں۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا بیٹا ہے جو ''مزدور'' اخبار نکال کر مزدور کی نمائندگی اور ترجمانی کرتا ہے۔ انھوں نے ''اسلام اور مزدور''، ''اسلام اور کسان'' کے عنوانات پر عوام کی رہنمائی کے لیے مضامین لکھے اور شائع کیے۔ مزدوروں کے حقوق کے لیے ''اسلامک ٹریڈ یونین'' اور کسانوں کے لیے ''اسلامی کسان کمیٹی'' بنائی۔ سرمایہ اور وسائل نہ ہوں، اشتہارات نہ ہوں اور بڑی بات یہ ہے کہ خود عوام اور غریب ہی اپنے حامیوں کے طرف دار نہ ہوں بلکہ جاگیردار کے نعروں میں آ جائیں جو اپنی سیاست چمکانے کے لیے سرمائے کے بل بوتے پر پرکشش کھوکھلے نعرے لگائے تو ان کے مقابلے میں ایسا اخبار کتنی دیر چل سکتا ہے اور بمصداق...... ع۔ حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

''مزدور'' توانا اور تناور درخت بننے سے پہلے ہی ختم ہو گیا۔ لیکن ''مستقبل'' ''مزدور'' اور نادیۃ الادب الاسلامی سے بخاری سیدزادے کے جوانی کے ارادوں اور امنگوں کا پتہ چلتا ہے۔ ترقی پسند ادب، ادب برائے ادب، ادب برائے زندگی یا اسلامی ادب بہت بعد کے نعرے ہیں۔ اس سیدزادے نے اپنی عملی زندگی کی ابتدا ہی مستقبل، مزدور اور نادیۃ الادب الاسلامی سے کی۔

صحیح تلفظ کا اہتمام:

حضرت سید ابوذر بخاریؒ تلفظ کا بہت ہی اہتمام کرتے۔ انہوں نے اردو کی عبارت لکھنے اور چھپوانے میں ایک خاص ذوق اور مزاج کو سامنے رکھا کہ عربی اور فارسی کے جو الفاظ اردو میں آتے ہیں ان پر ''اعراب'' زیر، زبر، پیش، شد

، مد، سکون کی علامت دی جائے کہ عام پڑھنے والے عربی اور اردو سے خاصے دور جا رہے ہیں (اور اب تو بہت دور جا چکے ہیں) چند دن قبل ایک تقریب میں ایک صاحب ''بدرجۂ اُتم'' کو بدرجہ اُتم کہہ رہے تھے۔ حالانکہ خاصے پڑھے لکھے ہیں۔ تو مرحوم نے اس طرز نگارش کی ابتدا کی تا کہ ہر کوئی الفاظ کو صحیح پڑھ سکے۔ مثلاً مُہتمم کو اس طرح لکھتے تھے اور ایسے ہَیئت کو زیر زبر سے واضح کر دیتے تھے۔ حُسام الدین لکھیں گے تو ح پر ضمہ یعنی پیش ضرور ڈالیں گے۔ افق عالم کو ''اُفُق عالَم''، مہیب کو ''مُہیب'' علیٰ ہذا القیاس اور دوسرے یہ کہ عربی میں جہاں کہیں تا (اردو میں ت) استعمال ہوتی ہے وہ گول ''ۃ'' استعمال ہوتی ہے۔ جب کہ اردو میں ''ت'' جیسے ''جماعت'' اور ''رحمت'' استعمال کرتے ہیں لیکن ابوذر بخاری مرحوم ''جماعۃ'' اور ''رحمۃ'' لکھتے اور چھپواتے تھے۔ ہاں اگر فارسی کا لفظ ہے تو وہاں اردو والی ''ت'' استعمال کرتے تھے۔ مثلاً راست اقدام دست خط، لیکن یہ چلن ان کے اپنے اشاعتی کاموں میں رہا۔ کسی اور نے اس کو رواج دینے یا اختیار کرنے کی کوشش نہیں۔

میں کئی دفعہ اس کو کرنے کا اہتمام وداعیہ کرنے کے باوجود نہ کر سکا اور یہ بھاری پتھر نہ اٹھا سکا۔ لیکن یہ بہت ضروری ہے۔ خدا کرے کہ یہ تحریک عام ہو کہ ہمارے نوجوان جو ''علما'' کے انگریزی تلفظ پر ہنستے ہیں وہ خود عربی اور فارسی الفاظ کا درست تلفظ کر سکیں۔

حضرت مولانا سید ابوذر بخاریؒ ملک کے معدودے ان چند جیّد علماء میں سے تھے کہ جن کے علم کی گہرائی، گیرائی اتنی تھی کہ جس پر بجا طور پر کوئی قوم یا ملت ناز کر سکتی ہے۔ دین و دانش، فلسفہ و منطق، تاریخ و سیرت، انساب و سوانح، عروض و قوافی، نحو و صرف، عربی و فارسی اور علم و ادب پر اتنا گہرا عبور تھا کہ ان سے مل کر کسی بھی مسئلے پر کچھ دریافت کیا جائے تو ایک دبستان سا کھل جاتا۔ انہوں نے عربی اور فارسی کے طلباء کے لیے'' **مجمع المصادر العربیہ** '' اور '' کان پارسی'' تصنیف کیں۔ یہ اپنے موضوع پر منفرد کتابیں ہیں۔ کسی بھی عنوان و موضوع پر ان کا دماغ بند نہ تھا۔ لیکن افسوس کہ ان کی اس ذہانت و جودتِ طبع سے زمانہ کام نہ لے سکا۔

یومِ شہدائے بالاکوٹ کے جلسہ میں بے مثال تقریر:

اب صحیح سن یاد نہیں۔ انیس سو پچاس کے لگ بھگ کی بات ہے کہ عام خاص باغ ملتان کے ایک رات کے جلسے کی نشست میں انہوں نے حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کی تحریک کے موضوع پر تقریباً تین گھنٹے خطاب کیا۔ (ان دنوں مدرسہ عربی خیر المدارس' اب جامعہ خیر المدارس کے جلسے اسی باغ میں ہوا کرتے تھے) لیکن یہ جلسہ نادیۃ الادب الاسلامی کے زیرِ اہتمام ہوا تھا اور مولانا مجاہد الحسینی اس جلسہ کے سٹیج سیکرٹری تھے۔ تقریر کیا تھی علم و ادب اور خطاب کا ایک ایسا بحر ذخار تھا کہ جس کو سن کر ان کے عظیم والد امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ برصغیر کے سب سے بڑے خطیب، محاورے کی زبان میں انگشت بدنداں تھے اور اپنے نوجوان بیٹے کی اس علمی حیثیت و وجاہت کو دیکھ کر، سن کر خوشگوار حیرت میں مبتلا تھے۔ میں پوری تقریر میں باپ بیٹے کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔ چونکہ یہ تقریر بیٹے کی تھی لہٰذا باپ کے چہرے کی تمتماہٹ دیکھنے کے قابل تھی۔ اگر یہ تقریر ان کے فرزند دلبند کی نہ ہوتی تو حضرت شاہ صاحب تقریر کے بعد ایسے الفاظ میں تعریف کرتے کہ جن کی اپنی ایک شان ہوتی۔ پوری تقریر ہی آب زر سے لکھنے کے قابل تھی۔ لیکن حضرت شاہ صاحب نے دو چار رسمی فقرے کہے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ''در مدح پسر خود می گوید'' اگر کسی اور کی تقریر ہوتی تو حضرت شاہ صاحب پورے ملک کی اپنی آئندہ تقریروں میں اس کی تعریف کرتے۔ بلکہ چھوٹا منہ بڑی بات، اپنے قیافے

کی بات کر رہا ہوں کہ حضرت شاہ صاحب اپنی تقریروں میں اس کے حوالے دے کر مزید اپنے انداز میں تشریح کیا کرتے۔ وہ تقریر ایسی زوردار تھی کہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ میری زندگی کی دو چار چند اہم سنی ہوئی علمی تقریروں میں سے ایک تھی۔ میں اب لکھنے کے وقت خیال کرتا ہوں کہ تحریک بالاکوٹ اور اس کے نامور قائدین وشہداء کے خون کی خوشبو سید زادے کو آ رہی تھی اور امیر المومنین سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے علم وعمل اور اخلاص کی برکت اور اپنے مجاہد والد کی توجہ کام کر رہی تھی۔ اب اس جہاں میں باپ نہ بیٹا اور مجھے کسی کی خوشامد مطلوب ہے اور نہ اس کی ضرورت۔ بس اچانک لکھتے ہوئے کئی برس پہلے کے احساسات وتاثرات دل ودماغ سے نکل کر نوکِ قلم سے حوالۂ قرطاس ہو گئے۔

علم اور اس کے ساتھ عمل ان دونوں میں سے اپنے دامن میں کچھ نہیں ہے۔ اللہ کے نیک بندوں سے محبت ہے، وہ محبت قلم کو چلوا دیتی ہے اور میں لشتم پشتم کچھ نہ کچھ لکھ دیتا ہوں۔ احباب ان ٹیڑھی ترچھی لکیروں کو پڑھ لیتے ہیں۔ شاید کبھی کوئی لکھی ہوئی بات اللہ تعالیٰ کو منظور ہو جائے اور اپنا بیڑا پار ہو جائے۔ ویسے یہ عجیب بات ہے کہ آج کے مخدوم زادوں کے سبھی عظیم آباء سے نیاز مندانہ تعلقات تھے اور یہ میرے لیے فخر کی پونجی ہے کہ سبھی اکابر رحمہم اللہ نے اس حقیر کو اپنی شفقت سے محروم نہ کیا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اس گنہگار کو بس اتنی ہی نسبت رہی اور کچھ حاصل نہ کر سکا۔ اور یہ نسبت اگر کسی کام آ جائے تو وَ مَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْز اور یہ اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔ حضرت ابوذر بخاری سے بسا اوقات میں نے شیخ چلی کی طرح کسی اشاعتی منصوبہ کا ذکر کیا تو ہر دفعہ یہ فرمایا کہ دامے درمے سخنے ہر طرح تمہارے ساتھ ہوں۔ اس منصوبہ کا خاکہ تو ذہن میں ہمیشہ رہا لیکن عملی قدم اٹھانے کا موقعہ نہ مل سکا اور منصوبہ ابھی تک دل ودماغ سے نکلا نہیں۔ کیا عجب کہ زندگی کی کئی ایک آرزؤں کی طرح یہ بھی عملی شکل اختیار کر لے یا اس کی ابتدا ہی ہو جائے۔ منہ سے نکلی ہوئی بات کوٹھے چڑھ جائے۔

سید نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق ومحبت:

میں نے ''بیس بڑے مسلمان'' کی ترتیب کا آغاز ۱۹۶۲ء کے آخر میں کر دیا تھا اور میاں چنوں سے مکتبہ رشیدیہ کی جانب سے شائع ہونے والے مختلف کتابچوں میں اس کا اشتہار دینا شروع کر دیا تھا۔ جس سے اس کتاب کی شہرت ہونا شروع ہوئی لیکن یہ کتاب اپریل ۱۹۶۷ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے حوالے سے مجھے لوگ جاننے پہچاننے لگے۔ الحمد للہ یہ کتاب مقبول ہوئی۔ ایک غیر معروف اور گمنام شخص اب لاہور آ گیا تھا۔ اور یہاں زیادہ آمد ورفت حضرت سید نفیس رقم کے ہاں رہتی جو ۸۸، میکلوڈ روڈ ''چٹان'' بلڈنگ میں اپنا دفتر بنائے ہوئے تھے۔ یہاں آغا شورش کاشمیری اور حضرت سید نفیس رقم کی وجہ سے مختلف حضرات آتے۔ حضرت سید ابوذر بخاری بھی تشریف لائے ان کا قیام دہلی دروازے کے باہر دفتر مجلس احرار اسلام میں ہوتا۔ ان کی تشریف آوری ہمیشہ ہفتہ عشرہ کے لیے ہوتی اور اگر کبھی دفتر ہفت روزہ ''چٹان'' تشریف لاتے تو گھنٹوں نشست رہتی۔ ان مجالس سے مرحوم کی بے پناہ علمی صلاحیتوں کا مزید علم ہوا۔ ایسا محسوس ہوتا کہ طویل نشستیں گویا چند منٹوں پر محیط ہیں۔ وقت گزرنے کا پتہ اس وقت چلتا جب سید نفیس شاہ صاحب کسی کو مخاطب کر کے اپنے مخصوص لہجے میں فرماتے کہ بھئی دیکھو نماز ظہر یا عصر کی اذان میں کتنا وقت رہ گیا۔ حضرت سید ابوذر بخاریؒ ایک جیّد عالم دین اور فقیہ تھے۔ قدیم وجدید علوم کا وسیع مطالعہ، علم مستحضر اور اس پر گہری نظر تھی۔ سید نفیس شاہ صاحب سے ان کے

تعلق کی مختلف وجوہات تھیں ایک تو حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ سے تعلق بیعت ۔ دونوں پیر بھائی تھے اور حضرت رائے پوریؒ کے خلفا میں سے تھے۔ دوسرا فن خطاطی میں سید نفیس شاہ صاحب استاذ الاساتذہ کے مقام پر فائز تھے۔ ادھر سید ابوذر بخاری بھی فن خطاطی کے رموز و اسرار سے نہ صرف واقف تھے بلکہ کسی زمانے میں بذاتِ خود بھی کتابت کرتے رہے۔ تیسرا سید نفیس شاہ صاحب کا ذوقِ مطالعہ، ان کی شرافت اور وضع داری۔ اگر چہ حضرت سید نفیس شاہ صاحب عالم دین نہیں تھے۔ ابتدائی عربی فارسی کی چند کتابیں پڑھیں اور میٹرک تک تعلیم حاصل کی لیکن علماء و مشائخ کی صحبت نے وہ ذوق اور رنگ پیدا کیا کہ سبحان اللہ! حضرت سید ابوذر بخاری جب بھی تشریف لاتے تو حضرت سید نفیس شاہ صاحب کی کوشش ہوتی کہ وہ گفتگو کریں اور ہم استفادہ کریں ۔ چنانچہ نفیس شاہ صاحب خود ہی سوالات کرتے اور حضرت سید ابوذر بخاری کی گفتگو شروع ہو جاتی ۔ یہ مجالس کئی کئی گھنٹوں پر محیط ہوتیں۔ حضرت سید ابوذر بخاری نے مجلس احرار اسلام کی طرف سے شائع ہونے والے تقریباً تمام لٹریچر کے سرورق حضرت نفیس شاہ صاحب سے لکھوائے۔ وہ آتے تو کتابت کرانے کے لیے تھے لیکن نفیس شاہ صاحب اور ان کی بدولت سب حاضرین ان سے گھنٹوں استفادہ کرتے ۔ تاریخ و سیرت، نسب، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوانحی حالات اور کارنامے ان سے سنتے اور سر دھنتے ۔ دورانِ گفتگو کبھی شریکِ گفتگو کی حیثیت برقرار رکھنے کے لیے اور کسی اجمال کی توضیح و تفہیم کے لیے نفیس شاہ صاحب کوئی مختصر سا سوال کرتے تو حضرت ابوذر بخاری بڑے تحمل سے اسے سنتے اور پھر اس موضوع پر معلومات و دلائل کے انبار لگا دیتے۔ ویسے بھی حضرت سید نفیس شاہ صاحب نہایت کم گو اور خاموش طبع تھے۔ وہ حضرت سید ابوذر بخاری صاحب کا بہت ادب و احترام کرتے اور اُن کے سامنے ہمیشہ مؤدب ہو کر بیٹھتے۔ حضرت سید نفیس شاہ صاحب' حضرت مولانا سید حامد میاں (بانی جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور) کے اصرار پر جامعہ مدنیہ آ گئے اور یہیں بیٹھ کر کتابت کرتے ۔ حضرت مولانا سید ابوذر بخاری یہاں بھی تشریف لایا کرتے اور وہی گھنٹوں مجلس رہتی۔ حضرت نفیس شاہ صاحب تقریباً خاموش ہی رہتے۔ کوئی سوال یا تذکرہ چھیڑ کر ایک مضبوط سامع بن کر استفادہ کرتے اور حضرت مولانا سید ابوذر بخاری گفتگو فرماتے۔ آغا شورش کاشمیری بھی کتابت کرانے کے لیے یہاں کبھی کبھار تشریف لاتے تو مجلس کا لطف دوبالا ہو جاتا۔ حضرت سید ابوذر بخاری کا دماغ لطائف و ظرائف اور واقعاتی حکایات کا خزانہ تھا۔ کبھی مسکراتے، قہقہہ لگاتے لیکن جب سنجیدہ علمی گفتگو فرماتے تو جس موضوع پر بھی گفتگو فرماتے، سیر حاصل تبصرہ فرماتے۔ بات علمی ہوتی یا سیاسی، کسی بھی فن پر ہوتی، تاریخ یا ادب پر، اکابر کے حالات و سوانح پر کوئی تشنگی باقی نہ رہتی۔ میدانی دریا کی طرح ہموار گفتگو ہوتی لیکن اگر کبھی سیاسی موضوع چھڑ جاتا تو پھر پہاڑی ندی نالوں کی طرح اتار چڑھاؤ ہوتا جن سے ہر کوئی محظوظ ہوتا۔

آنجہانی ظفر اللہ قادیانی کا بیان اور شورش کاشمیری کا جواب:

ایک دفعہ آنجہانی ظفر اللہ خان (قادیانی) نے ایک بیان میں کہا کہ ''عطاء اللہ شاہ بخاری مر گیا ہے۔'' گویا اب ہم کو زیادہ خطرہ نہیں۔ آغا شورش کاشمیری مرزائیت کے معاملے اور حضرت شاہ صاحب کے بارے میں بہت حسّاس تھے۔ آئندہ ''چٹان'' کے ٹائیٹل پر مولانا سید ابوذر بخاری کی پورے صفحہ پر تصویر شائع کی اور نیچے لکھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ ''سید عطاء اللہ شاہ بخاری زندہ ہے'' اور واقعہ یہ ہے کہ جب تک مجلس احرار اسلام کے بانیان کی اولاد اور متبعین خصوصاً اور امت

مسلمہ عموماً زندہ و بیدار ہے، اور مجلس احرار اسلام کی کوکھ سے نکلی ہوئی مجلس تحفظ ختم نبوت موجود ہے۔ مرزائیت کا تعاقب اور محاسبہ جاری رہے گا۔ کیا ہوا کہ مرزائیوں نے اپنی دولت کے بل بوتے پر سیٹلائیٹ کا انتظام کر کے اپنے غلط اور باطل خیالات کو پھیلانے کا انتظام کر رکھا ہے۔ الحمدللہ ختم نبوت کے پروانے کل بھی مفلوک الحال ہونے کے باوجود برطانیہ کے خودکاشتہ پودے (بقول مرزا غلام احمد قادیانی) کو جب کہ برطانوی استعمار کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا مقابلہ کرتے رہے اور اب جب کہ برطانیہ کی حکومت سمٹ سمٹا کر اپنے ملک یا دنیا کے کسی تھوڑے حصہ پر رہ گئی ہے تو یہ لوگ بھی مرغی کے بچوں کی طرح دوڑ کر برطانیہ کی چھتری یا پروں کے نیچے پناہ لیے ہوئے ہیں۔ مزا تو جب تھا کہ مرزا صاحب کے مدفن قادیان کی طرف رجوع کرتے۔ بہر حال اب پوری دنیا میں ان کا تعاقب ہوگا اور ہو رہا ہے۔ جہاں جہاں وہ جائیں گے، بخاری کے شیدائی و فدائی وہاں پہنچیں گے۔

مولانا سید عطاء المحسن بخاری کا کارنامہ:

۱۹۸۷ء میں دورۂ برطانیہ کے دوران کیمبرج یونیورسٹی میں ابنِ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری کی سرکردگی میں وہاں عرب طلبہ نے ایک بڑا کارنامہ سرانجام دیا تھا۔ حضرت سید عطاء المحسن بخاری میری اور عرب طلباء کی درخواست پر اس جلسہ میں تشریف لائے جس کا اہتمام قادیانیوں نے کیا تھا۔ اُنھوں نے سامعین میں سے کھڑے ہو کر حجازی لحن میں قرآن کریم کی آیاتِ خاتم النبیین تلاوت کر کے کیمبرج یونیورسٹی میں مرزائیوں کا یہ جلسہ الٹ دیا تھا اور مرزائی سٹیج چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ عرب طلباء فرزندِ امیرِ شریعت کی تلاوت سُن کر اللہ اللہ پُکار کر داد دیتے رہے۔ پھر قادیانی مقرر کو "Go Back" (واپس جاؤ) کے نعرے لگا کر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ بالکل اسی طرح ۱۹۱۶ء میں بندے ماترم ہال امرتسر میں مرزا بشیر الدین محمود کے جلسہ میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے سامعین میں سے اٹھ کر مرزا بشیر الدین کو حدیث غلط پڑھنے پر ٹوکا اور مرزا اسٹیج چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ اس کی تفصیل لندن کے ”اسلام آباد“ میں رہنے والے قادیانیوں کو خوب معلوم ہے۔ ”میں بھی حاضر تھا وہاں“۔ اُس روز مولانا سیّد عطاء المحسن بخاری کے حسنی و حسینی خون کی غیرت اور جرأت ایمانی دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلا

ہوا ہے گو تند و تیز، لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے ہیں اندازِ خسروانہ

دو بچھڑے دوستوں کی ملاقات:

تقریباً اکثر لوگوں کو ایسا موقعہ نصیب ہوتا ہے جب اپنے گاؤں، محلے یا سکول، کالج اور مدرسہ کے دوست سے سالوں بعد اچانک ملنا ہوتا ہے اس وقت فریقین کی مسرت دیدنی ہوتی ہے۔ جالندھر خیر المدارس میں چار پانچ طالب علم اکٹھے پڑھتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ان میں سے ایک بہاول پور سے جامعہ ازہر اور وہاں سے برطانیہ برسوں رہ کر جناب مسعود کھدر پوش (اس وقت کے ناظم اعلیٰ اوقاف) سے مصر میں اور بعد میں برطانیہ میں متعارف ہوئے۔ مسعود کھدّر پوش ان صاحب (ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، سابق ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور) سے متاثر ہوئے اور ان کی محکمہ اوقاف میں بطور مشیر تعلیم و مطبوعات محکمہ اوقاف تقرری کر کے ان کو اطلاع دی اور ڈاکٹر صاحب لاہور آ گئے۔ دوسرے تمام

احباب مولانا سید ابوذر بخاری، مولانا عبدالمنان شاہد، مولانا گلزار احمد مظاہری، مولانا مجاہد الحسینی یہیں پاکستان میں تھے اور ایک دوسرے سے ملتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ رائے ونڈ کے اجتماع میں برادر محترم مولانا مجاہد الحسینی نے مجھے بتایا کہ ڈاکٹر رشید احمد صاحب فلاں محکمہ میں ہیں ان سے ملو۔ ان کا خیال تھا کہ ہمارا باہمی تعارف ہے۔ لیکن یہ تعارف یک طرفہ تھا یعنی ڈاکٹر صاحب کو جانتا تھا اور رائے پور کی تعلیم کے دوران ان سے ملا بھی تھا جب وہ دار العلوم دیوبند سے گھر آئے تھے۔ میرے ذہن پر ان کی ذہانت کا نقش مرتسم تھا۔ بہر حال میں محکمہ اوقاف کے دفتر شاہ چراغ ہائیکورٹ ملنے گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے پہلے تو مجھے رسمی پوچھا کہ کیسے آئے؟ لیکن جب میں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں آپ کے گاؤں رائے پور میں پڑھتا رہا ہوں اور قریب کے ایک گاؤں ہری پور سے ہوں، تو بے تکلفی ہوگئی کہ ڈاکٹر صاحب بھی لاہور میں اپنے آپ کو اجنبی محسوس کر رہے تھے اور غالباً سوائے حکیم محمد شریف جگرانوی کے کہ جن کے ساتھ دار العلوم دیوبند پڑھتے رہے تھے کسی اور سے چنداں واقفیت نہ تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے فرداً فرداً اپنے تمام احباب کے متعلق پوچھا۔ میں سب سے متعارف تھا۔ رائے پور کے دو تین خاندان میاں چنوں رہتے تھے۔ ان کا ذکر کیا اور یوں مستقل راہ و رسم ہوگئی۔

ایک دفعہ مولانا سید ابوذر بخاری لاہور تشریف لائے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا۔ کہ ان سے ملاقات کی شدید خواہش ہے۔ یہ ۱۹۷۰ء کی بات ہے لیکن ساتھ یہ کہا کہ ان کو میرا بتانا نہیں، مولانا ابوذر بخاری' سید نفیس شاہ صاحب کے پاس تشریف لائے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ کو مال روڈ گارڈینیا میں چائے پلانا ہے۔ پہلے تو انکار کرتے رہے کہ میں ایسی جگہوں سے چائے نہیں پیتا' پھر میرے اصرار پر مان گئے۔ وقت طے ہوگیا۔ میں ان کو ساتھ لے کر ''گارڈینیا'' گیا جو بعد میں ''سلاطین'' بنا اور آج کل وہاں کتابوں کی دکان ہے۔ ڈاکٹر صاحب پہلے سے وہاں موجود تھے اُٹھ کر ملے۔ میں نے تعارف کرایا کہ یہ دوست برطانیہ سے تشریف لائے ہیں اور آپ سے ملنے کے خواہش مند تھے۔ تو شاہ صاحب نے کہا کہ رازی صاحب ہیں؟ رازی پاکستانی میاں چنوں کے عزیز دوست برطانیہ میں رہتے تھے اور دو تین دفعہ ملتان حضرت امیر شریعتؒ کی زندگی میں حاضری کے لیے گئے تھے۔ ایک دفعہ میں بھی ساتھ تھا۔ شاہ صاحب یعنی ابوذر بخاری سے بھی ملاقات ہوئی لہٰذا شاہ صاحب کا ذہن ادھر گیا۔ ڈاکٹر صاحب کے متعلق انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے اپنے خاص انداز اور تکیہ کلام میں کہا کہ: ''حد ہوگئی شاہ صاحب! آپ نے مجھے پہچانا نہیں''۔ اس پر شاہ صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو بغور دیکھا اور رشید احمد ہو' کہہ کر ملاقات کے لیے اٹھے، معانقہ، مصافحہ ہوا اور وفور جذبات سے آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے اور شاہ صاحب نے کہا کہ اب میں نے آپ کی کشادہ پیشانی اور اس پر ہلکے تبسم کو دیکھا تو فوراً جالندھر کی یاد آگئی۔ یہ نشست بڑی طویل رہی اور پھر دوبارہ ملاقات کے وعدہ پر ختم ہوئی۔ کچھ عرصے بعد شاہ صاحب دوبارہ لاہور تشریف لائے تو ڈاکٹر صاحب نے شادمان اپنی قیام گاہ پر پُر تکلف دعوت دی۔ دو ایک دوستوں نے کھانا پکایا اور یہ نشست بھی گھنٹوں پر محیط تھی۔ اور شاہ صاحب نے کچھ دیر آرام بھی کیا...... دونوں دوستوں کی یہ ملاقات تقریباً ۲۳ سال بعد ہوئی تھی۔

اے ذوق کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

طالب علمانہ زندگی عجیب و غریب اور اس کی یادیں بہت سہانی ہوتی ہیں اور سکول و مدرسہ کے دوست ساری عمر

یاد رہتے ہیں۔ یہ بہت خوبصورت اور یادگار ملاقات تھی۔ اس کے بعد ملتان ان حضرات کی ملاقاتیں ہوتی رہیں اور ڈاکٹر صاحب ملتان اپنے ایک دوسرے ہم جماعت دوست چودھری محمد سلیم جو ہمارے علاقے کے بہت دین دار (اے ڈی آئی آف سکولز) چودھری عبدالخالق صاحب رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ) کے لڑکے ہیں ان کے پاس ملتان جاکر ان کو لے کر شاہ صاحب سے ملتے رہے۔

بادشاہی مسجد لاہور کا تاریخی جلسہ:

۱۹۷۴ء میں تحریک تحفظ ختم نبوت چلی۔ جس کے نتیجے میں مرزائیوں کو پارلیمنٹ میں خاصے بحث ومباحثے کے بعد ۷ ستمبر کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اس فیصلے سے پہلے مجلس عمل کا لاہور بادشاہی مسجد میں یکم ستمبر کو جلسہ ہوا، جس میں تقریباً تمام دینی جماعتوں کے سربراہوں اور اہم زعما نے حصہ لیا۔ شاہی مسجد میں اتنا بڑا مذہبی جلسہ میں نے نہیں دیکھا۔ مسجد کے دالان کے آگے بلند سٹیج تھا اور تمام قائدین کے لیے آنے کا راستہ شاہی مسجد کے جنوب مغربی دروازے سے تھا جو برآمدے سے ہوکر دالان میں آتا تھا۔ مجلس عمل کے صدر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ جو ہمارے جانے سے پہلے آچکے تھے۔ یا پھر ان کے آنے کا ہمیں علم نہ ہوا کہ ہم سٹیج سے بہت دور تالاب کے ساتھ بیٹھے تھے جلسہ کا آغاز کافی دیر سے ہو چکا تھا۔ مختلف حضرات تقریریں کر چکے تھے کہ مولانا سید ابوذر بخاری کی تقریر کا اعلان ہوا۔ سید ابوذر بحیثیت صدر مجلس احرار اسلام، مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے ایک اہم رہنما تھے۔ اتنے میں مسجد کے باہر اچھے خاصے گولے چلے یہ آواز بندوق، رائفل کے مشابہ تھی۔ بہت سے لوگوں کو اشتباہ ہوا کہ شاید باہر جنوب مغربی دروازے کے ساتھ گولی چل گئی ہے اور کوئی فساد یا پولیس سے تصادم ہوگیا ہے۔ تحریک ایسے موڑ پر پہنچ گئی تھی کہ کچھ بھی ہوسکتا تھا۔ ایسے حالات میں سامعین میں سکون نہیں رہتا اور لوگ گردنیں اٹھا کر یا کھڑے ہوکر دیکھنے لگ جاتے ہیں اور صورت حال جیسا کہ عرض کیا مولانا سید ابوذر بخاری خطبہ کا آغاز کر چکے تھے۔ اس ہڑبونگ سے وہ خاموش ہوگئے یا شاید بیٹھ گئے ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔ پتہ چلا کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی آئے ہیں۔ جب کہ اس سے قبل ایسا نہیں ہوا تھا۔ اگر ہوتا تو صدر مجلس عمل مولانا سید محمد یوسف بنوری کی آمد پر ہوتا...... پھر سکون ہوگیا اور مولانا سید ابوذر بخاری سے انتظامیہ نے کہا کہ آپ تقریر شروع کریں وہ مان نہیں رہے تھے کہ جلسہ میں سب مقررین کی حیثیت بطور نمائندۂ جماعت برابر تھی اور پھر مولانا ابوذر بخاری تو امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے جانشین تھے کہ جن کی مساعی سے مجلس احرار اسلام کے قیام سے قبل ہی سے مرزائیت کا تعاقب جاری تھا۔ گویا مولانا سید محمد یوسف بنوری صدر مجلس عمل کے بعد اگر کسی کی حیثیت امتیازی تھی تو وہ جانشینِ امیر شریعت کی تھی کہ جن کے والد کو محدث العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری نے شیرانوالہ باغ میں انجمن خدام الدین لاہور کے جلسے میں سیکڑوں علماء کی موجودگی میں مرزائیت کے خلاف مزید نمایاں کام کرنے کے لیے امیر شریعت قرار دے کر پہلے بیعت کی اور پھر سیکڑوں علماء نے۔ مولانا بنوری نے لکھا ہے کہ وہ بھی بیعت کرنے والوں میں شامل تھے۔ مولانا سید محمد یوسف بنوری انہی محدث کشمیری کے جانشین اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے ان دنوں امیر اور اپنی علمی وجاہت کی بنا پر مجلس عمل کے امیر تھے۔ مجلس احرار اسلام کے یکے از بانیاں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام کے ساتھ ساتھ مجلس تحفظ ختم نبوت قائم کر کے اس کے پہلے امیر بنائے گئے اور آج اسی کے امیر مولانا سید محمد یوسف بنوری تھے۔ میں یہاں اس بحث میں نہیں پڑوں گا کہ ۱۹۵۳ء کی ختم نبوت کی تحریک میں

جماعت اسلامی نے کیا کردار ادا کیا تھا اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے انکوائری کمیشن کے سامنے کیا بیان دیا تھا۔ انکوائری کی یہ تفصیل طویل بھی ہے اور افسوس ناک بھی۔ یہ علیحدہ بحث ہے کہ لاہور میں مارشل لا لگنے کے دوران ایک پمفلٹ لکھنے کی پاداش میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو مارشل لا حکام نے سزائے موت کا حکم سنایا تھا۔ اس کی تفصیلات احرار رہنما ماسٹر تاج الدین انصاری کے مطبوعہ پمفلٹ ''بیانِ صادق'' میں یا برادرِ محترم مولانا مجاہد الحسینی کے طویل مضمون جو اُنھوں نے ہفت روزہ خدام الدین لاہور میں قسط وار شائع کیا، میں دیکھی جاسکتی ہے۔ تاہم ذکر آنے پر یہاں مولانا سید ابوذر بخاری ہی کی ایک تحریر نقل کرتا ہوں جو انہوں نے چودھری افضل حق کی تحریر کردہ ''تاریخ احرار'' کے دوسرے ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۶۸ء کے شروع میں طویل مقدمہ کلمات کے ذیل میں لکھی تھی:

''اس جماعت (جماعت اسلامی) نے ۱۹۵۳ء کے مدّ وجزر پر موقع پرستانہ نگاہ رکھی، بشرط کامیابی ساتھ ہونے کا دعویٰ رکھنے اور بصورتِ ناکامی...... اپنی اختلافی رائے کو دلیلِ فرار بنانے کی دوغلی پالیسی اپنائے رکھی۔'' (تاریخ احرار، صفحہ:۱۴)

مقصود یہ عرض کرنا ہے کہ اس جلسے کے روح ورواں سید ابوذر بخاری کی تقریر اس تاریخی جلسہ میں نہ ہوسکی جو مختصر ہونے کے باوجود تاریخی ہوتی...... جب لوگوں کے نعروں کا شور کم ہوا اور جیسا کہ عرض کیا مولانا سید ابوذر سے کہا گیا اب تقریر فرمائیں لیکن وہ مان نہیں رہے تھے۔ سٹیج پر سربر آوردہ حضرات کے اصرار پر مولانا سید ابوذر بخاری نے دوبارہ تقریر شروع کی تو اب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی سٹیج کے قریب پہنچ چکے تھے اس پر اسلامی جمعیت طلباء کے کارکنوں نے پھر سیدی مرشدی، مودودی، مودودی، جیوے جیوے، پیر مودودی کے نعرے شروع کردیئے جو تقریباً نصف گھنٹہ تک جاری رہے۔ سید ابوذر بخاری سٹیج پر ہی بیٹھ گئے اور آخر وقت تک بیٹھے رہے۔ اسی شور وغل میں دو تین مقررین نے تقریریں کیں لیکن ہنگامے کی نذر ہوگئیں کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر اور سید مظفر علی شمسی سٹیج سیکرٹری تھے، وہ اپنی گرج دار آواز اور پوری کوشش کے باوجود تقریباً ایک گھنٹہ تک سامعین کو خاموش رہنے پر آمادہ نہ کرسکے۔ پھر سید مودودی کی باری آئی اور ان کا نام پکارا گیا۔ آج کے مقرر خصوصی مولانا مفتی محمود کی آمد ابھی باقی تھی۔ نوجوان خون ہر جماعت کے کارکنوں کا ایک جیسا ہوتا ہے اور وہ جذبات سے مشتعل ہوکر ایک جیسی حرکتیں کرنے لگتے ہیں۔ جمعیۃ علما اسلام اور مجلس احرار اسلام کے کارکن مولانا سید ابوذر کی تقریر کے وقت دیکھ چکے تھے کہ کیا ہوا۔ لہٰذا جیسے اسلامی جمعیت طلبہ کے ارکان نے کیا تھا، اس سے سوا مولانا مفتی محمود کے مدّاحین نے کیا۔ مفتی صاحب کو تو یہ نہیں پتہ تھا کہ اصل راستہ آنے کا کون سا ہے، باہر کھڑے منتظر نوجوان ان کو مسجد کے صدر دروازے سے اندر لے آئے۔ اب درمیان میں سٹیج تک کوئی راستہ تو تھا نہیں۔ لوگوں کے جم غفیر کے درمیان میں سے گزرے تو لوگ کھڑے ہوگئے اور راستہ دینے لگے۔ مولانا مودودی تقریر شروع کرچکے تھے اور لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہے تھے۔ لیکن اس شور وغل میں تقریر کرنا ممکن نہ تھا اور پھر ایسے شخص کے لیے کہ جس نے قبرستان ایسے سناٹے میں تقریریں کی ہوں کہ جماعت کے جلسوں میں کوئی اونچا سانس بھی نہ لیتا تھا اور کھانسی کو بھی روکتا تھا۔ یہاں یہ حالت ہوئی تو چند منٹ بعد مولانا نے تقریر بند کردی اور اسلامی جمعیت طلبہ کے نوجوان جو اس صورت حال کو پیدا کرنے کے باعث بنے تھے انہوں نے اب اسے اپنے لیڈر کی توہین سمجھا اور مفتی محمود صاحب کو آگے بڑھنے سے روکنا چاہا، اس پر مزید شور مچا۔ اب یہ لوگ ہوش وحواس پر قابو نہ رکھ سکے اور بعض شر پسندوں نے جو ایسے واقعات سے فائدہ اٹھاتے ہیں سٹیج پر چڑھ کر مفتی محمود صاحب کی طرف جوتے پھینکنے شروع کردیے۔ میں سمجھتا ہوں

کہ کوئی بھی گیا گزرا مسلمان ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔ یہ یقیناً کسی خاص گروہ کے آدمی تھے۔ مفتی محمود اب سٹیج کے ساتھ تھے ان کو ہاتھوں سے کھینچ کر سٹیج پر چڑھایا گیا۔ جب شر پسندوں نے دیکھا کہ مفتی صاحب سٹیج پر پہنچ چکے ہیں تو ان شر پسندوں نے آخری راؤنڈ کھیلنا چاہا لیکن اس وقت سٹیج پر موجود احرار، خاکسار اور جمعیت علما اسلام کے رضا کار نوجوانوں نے یکجان ہو کر شر پسند ٹولے کو جنوب مغربی دروازے تک لے جا کر کچھ پٹائی کی۔ اس دوران عوام میں سے لوگ مسجد سے نکلنا شروع ہو گئے۔ اس نا مناسب رویہ سے لوگ ادھر ادھر ہوئے تو لاؤڈ سپیکر کا نظام ہل گیا اور سپیکروں سے آواز آنا بند ہو گئی۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر اور مظفر علی شمسی کی گرج دار آوازوں نے مجمع کو بیٹھنے اور سکون سے جلسہ سننے کی بار بار اپیل کی۔ اس شب آغا شورش کاشمیری نجانے کہاں تھے۔ شاید علیل تھے ورنہ چند منٹ میں سارے ہنگامے پر قابو پا لیتے۔ اب کچھ مائیک کا نظام درست ہوا اور مفتی صاحب کو تقریر کی دعوت دی گئی۔ اس پر پھر شر پسند لوگ جنوب مغربی دروازے سے نعرے لگانے لگے لیکن کچھ نہ ہو سکا اور مفتی صاحب نے اپنے زندگی بھر کے معمول کے خلاف زوردار الفاظ میں تقریر کا آغاز کیا اور کہا کہ ''یہ کون لوگ ہیں جو مجلس عمل تحفظ نبوت کے جلسہ کو خراب کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان کو متنبہ کرتا ہوں کہ اپنی اوقات میں رہیں۔ ہم تو وقت کے آمروں کے خلاف کہ جن کے پاس ملک کی تمام فورسز (طاقتیں) ہوتی ہیں ان سے نہیں ڈرے، انگریزوں سے ٹکر لی۔ یہ کون لوگ ہیں؟ خبردار! میں ختم نبوت کے پاکیزہ اور مقدس مقصد کے لیے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کے جوتے اٹھانے کو تیار ہوں لیکن ایسی حرکات سے ہمیں خوفزدہ نہیں کیا جا سکتا اور ہم اپنے موقف سے روگردانی نہیں کر سکتے۔ اور پھر موجود ہزاروں لوگوں سے پوچھا، بتاؤ تم میرے ساتھ ہو یا ایسے لوگوں کے ساتھ جو اس مقدس کام میں رخنہ ڈال رہے ہیں؟ ہاتھ اٹھاؤ'' سب لوگوں نے ہاتھ اٹھائے اور مفتی صاحب نے مسئلہ ختم نبوت پر اسمبلی کی کارروائی سنائی اور جلسہ بخیر وخوبی دعا کے ساتھ ختم ہوا۔ مولانا مودودی نے جب شور دیکھا تو وہ اپنی مطبوعہ تقریر تقسیم کر کے سٹیج سے اٹھ کر چلے گئے۔ حالانکہ ان کو آخر تک بیٹھا رہنا چاہیے تھا تا کہ اپنے معتقدین کو قابو میں رکھتے یہ ان کی زبردست غلطی تھی کہ اپنے ورکروں کے شور شرابے میں چلے گئے۔ اگر حالات بے قابو ہو جاتے تو ان کو کون قابو میں لاتا۔

انگریزوں کے زمانہ میں جلسوں میں گڑ بڑ ہوتی تو احرار رضا کار کسی کو پتہ بھی نہ لگنے دیتے اور فضا پر سکون ہو جاتی۔ احرار کے جلسوں میں عام طور پر لیگی، سرکاری یا تنخواہ دار لوگ ہی گڑ بڑ کرتے اور منہ کی کھاتے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی آخری عمر میں اپنی جماعت کے ایسے ہی نوجوانوں اور لوگوں سے مایوس سے ہو چلے تھے۔ اسی قسم کے رویّے کا ایک مظاہرہ راقم نے اپنی آنکھوں سے ان کے جنازہ کے متعلق تنازعہ اور تدفین کے موقع پر دیکھا۔

مولانا ابوذر بخاری کی یاد میں لکھتے ہوئے انہی کی ایک تقریر کے سلسلے میں یہ ناخوش گوار تفصیل لکھنا پڑی کہ شاید مرزائیوں نے اس کو بڑھا چڑھا کر نہ لکھا ہو جیسا کہ مجھے علم ہوا ہے کہ اُن کے خلیفہ مرزا طاہر نے ایک تقریر میں جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے متعلق عجیب وغریب معلومات فراہم کر کے ان کو اور دیگر اہم واقعات وحادثات مثلاً ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی، شاہ فیصل کے قتل اور ضیاء الحق کی حادثاتی موت وغیرہ کو مرزائیت کی مخالفت کا عتاب قرار دیا ہے۔

مدحِ صحابہ میں بے مثال جدّ وجہد:

سردار احمد خاں پتافی نے ''تنظیم اہل سنت'' قائم کر کے ردّ رفض میں بڑا کام کیا تھا اور حضرت امیر شریعت سے

ہر سال اوسطاً ایک ماہ (اگر جیل میں نہ ہوں اور آزاد ہوں) ڈیرہ غازی خان، مظفر گڑھ کے لیے رکھا تھا۔ سید ابوذر بخاری نے اس کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ تحریک چلائی کہ اپنی اولاد کے نام صحابۂ کرام، صحابیات اور اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں پر رکھے جائیں۔ چنانچہ اپنے بیٹوں کا نام محمد معاویہ اور محمد مغیرہ رکھا۔ ابو معاویہ کنیت اختیار کی اور اس کو بطور تحریک پورے ملک میں چلایا اور پھیلایا...... ''مستقبل'' اور ''مزدور'' نامی پرچہ و اخبار تو شروع میں نکالے لیکن جنوری ۱۹۷۰ء سے پندرہ روزہ (بعد میں ماہنامہ) ''الاحرار'' نکال رہے تھے جو مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ آج کل اس کی ادارت و اہتمام آپ کے بیٹے سید محمد معاویہ بخاری سلمہ اللہ (خلیفۂ مجاز حضرت سید نفیس شاہ صاحب) کر رہے ہیں۔ آپ کے قلم سے کان پارسی، مجمع المصادر العربیہ، الخطبات (خطبات جمعہ و عیدین عربی) احکام عید الاضحیٰ و عید الفطر، طلوعِ سحر (مجموعۂ تقاریر) مفکر احرار چودھری افضل حق، شیخ حسام الدین، مقدمات امیر شریعت، (سوانح) نکلیں جو اپنے موضوع پر بہت عمدہ ہیں۔ اسی طرح حضرت امیر شریعت کا کلام بنام ''سواطعُ الاِلہام'' شائع کیا جس کے شروع میں طویل مقدمہ لکھا۔ ان کتب کو ملا کر پچاس مختلف کتب و رسائل مختلف اوقات میں شائع کیے۔

امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ۱۹۶۱ء میں انہوں نے یوم معاویہ منانے کی تحریک شروع کی۔ مجھے یاد ہے کہ یومِ معاویہ کے جلسہ پر پابندی لگی جس میں نظم کے مطابق مولانا محمد علی جالندھریؒ اور مولانا مفتی محمودؒ نے بھی تقریر کرنی تھی تو مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ بہت متفکر ہوئے کہ پاکستان میں کاتب الوحی، خال المومنین والمسلمین اور عظیم المرتبت صحابی، ایسے صحابی کہ جن کے ہاتھ پر حضرات حسنین اور سب زندہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیعت کی ان کا یوم منانا ممنوع ہے۔ یہ میری حضرت جالندھری سے خود سنی ہوئی بات ہے انہوں نے فرمایا کہ: ضلع ملتان کی آخری حد پر جلسہ رکھا جائے۔ پورا اہتمام کیا جائے اور اگر پابندی لگے تو وہی جلسہ ضلع منٹگمری (حال ساہی وال) کی حدود میں کیا جائے۔'' سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ کو حکومت نے گرفتار کر لیا۔ ملتان کے ایک قدیم احرار کارکن ملک عطاء اللہ نے ضمانت دی اور تقریباً مہینے بعد شاہ صاحب رہا ہوئے۔ یہاں ضمناً عرض کرتا چلوں کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی مرحوم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہت شایان شان بات کی ہے۔ یہ ہمارے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے لیے دلیل نہیں۔ وہ اس اور اس جیسی ہزار دلیلوں کے بغیر بھی جلیل القدر صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ اس لیے لکھا کہ فی زمانہ اکثر بریلوی علماء حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بہ عزت نام لینے سے گھبراتے اور کتراتے ہیں۔ اُنھیں قرآن و حدیث کا نہیں تو کم از کم فاضل بریلوی کے فتویٰ کا لحاظ تو رکھنا چاہیے۔

مولانا سید ابوذر بخاری نظم و نثر، تقریر و تحریر میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ چھے سات گھنٹے کسی خالص علمی موضوع پر مربوط و مدلّل تقریر کر لینا آپ کے لیے بہت آسان تھا۔ بوجوہ تحریری کام کم کر سکے، غزل، نظم، نعت، منقبت میں بھی کمال حاصل تھا، ان کے فنی اور ادبی محاسن سے ان کی قادر الکلامی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے حضرت سید احمد شہید پر ایک طویل نظم ''مجدّدِ اعظم'' لکھی۔ جس میں شہدائے بالاکوٹ کو عجیب بلیغ انداز میں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ یہ نظم ان کی شعری کاوشوں کا شاہکار ہے۔

حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ اب وہاں جا چکے جہاں ہم سب کو جانا ہے اور جہاں سے لوٹ کر کبھی کوئی نہیں آیا۔ اُن کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم، صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت، علمی و ادبی اور تحریکی و تبلیغی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ وہ ناقابلِ فراموش شخصیت تھے۔

شورش کے صحافتی نظریات وخدمات

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی

آغا شورش کاشمیری قلم سے زیادہ سے زیادہ کام لینے کے حق میں تھے۔ وہ قلم کو قوم کی امانت خیال کرتے تھے اور اپنی تمام تر توانائیاں قلم کے ذریعہ مخلوق کو اٹھانے جگانے، بڑھانے اور چلانے میں صرف کرنا چاہتے تھے۔

ان کو، انسان کو طبقاتی نرغہ میں لینے والی قوتوں اور انسانی غلامی کی زنجیروں کو مضبوط کرنے والے عقیدوں سے نفرت تھی۔ وہ اردو زبان سے ایسے تمام الفاظ نکال دینا چاہتے تھے، جن سے بوئے سلطانی آتی ہے۔ جو انسان کو انسان کی دہلیز پر جھکاتے ہیں۔ جن کا منشا و مفہوم انسانی دماغوں میں انسانوں کی اطاعت پیدا کرنا ہے۔

ان کو یقین تھا کہ طبقاتی ادب، طبقاتی امثال، طبقاتی لہجہ، طبقاتی مطالب اور طبقاتی محاوروں نے ہمارے معاشرہ کو اس کی موجودہ نکبت پر قانع رہنے کی عادت ڈالی ہے۔ اور اب ان سے قلم وزبان کی مسلسل بغاوت ہی نجات دلا سکتی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اردو بڑی وسیع زبان ہے لیکن مجھے اس کے دامن کی اس ویرانی پر صدمہ ہوتا ہے کہ اس میں بے جا طاعت اور بے جا خوشامد کے الفاظ کی بھرمار ہے۔ اس میں علم کے الفاظ کم اور قصیدوں کے الفاظ زیادہ ہیں۔

وہ چشم بصیرت وا کیے ہوئے ادیبوں اور صحافیوں کے حالات دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے بیشتر ہر تھیلی کے چٹے کا بٹا ہیں۔ سرکاری اداروں کے کاسہ لیسی اور نام ونمود کے طالب ہیں۔ ادب کی خدمت سے زیادہ ادبی دھڑے بندیوں پر ان کی قوتیں صرف ہو رہی ہیں۔ عہدے اور مرتبے ان کی منزل مقصود ہیں۔ چنانچہ اپنی ایک نظم بعنوان ''ہم اہل قلم کیا ہیں؟'' میں آغا صاحب ایسے صحافیوں پر طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الفاظ کا جھگڑا ہیں ، بے جوڑ سراپا ہیں
بجتا ہوا ڈنکا ہیں ، ہر دیگ کا چمچا ہیں
ہم اہل قلم کیا ہیں

مشہور صحافی ہیں ، عنوان معافی ہیں
شاہانہ قصیدوں کے بے ربط قوافی ہے
ہم اہل قلم کیا ہیں

یہ شکل یہ صورت ہے ، سینوں میں کدورت ہے
آنکھوں میں حیا کیسی ، پیسے کی ضرورت ہے
ہم اہلِ قلم کیا ہیں

تابع ہیں وزیروں کے ، خادم ہیں امیروں کے
قاتل ہیں اسیروں کے ، دشمن ہیں فقیروں کے
ہم اہلِ قلم کیا ہیں

اوصاف سے عاری ہیں ، نوری ہیں نہ ناری ہیں
طاقت کے پجاری ہیں ، لفظوں کے مداری ہیں
ہم اہلِ قلم کیا ہیں

ان حالات کے پیشِ نظر آغا صاحب نے دورِ حاضر کے سقراط کا کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے کہا:

''میں نے اپنے قلم کو حرکت و بیداری کے لیے وقف کر دیا ہے۔ میں عوام کے قصیدے لکھوں گا اور خواص پر طنز کروں گا۔ خواہ مجھے کوئی سی قیمت ادا کرنی پڑے۔ آج پاکستانی ادب کو ایک روسو اور والیٹر کی ضرورت ہے۔ انقلاب ہو تو والیٹر کی تحریروں پر پاکستانی بزرجمہروں کی کھال کھنچوا کر جلد بندی کی جا سکے۔ یہی میرا مطمحِ نظر ہے۔''

ہفت روزہ چٹان کے پہلے شمارہ میں انھوں نے لکھا:

''بحمد اللہ چٹان کی پشت پر کسی سرمایہ دار کا بوجھ نہیں، اب سوچ کا دائرہ یہ ہے کہ چٹان کی آواز کہاں تک گونجتی ہے۔ اصل مقصد صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ ہمارے معاشرے میں انسانوں کے اندر جو اضطراب پایا جاتا ہے۔ وہ کیوں ہے؟ اور اس سے نکلنے کی صورت کیا ہے؟

بعض افراد اور کچھ اخبار اس بحث کو طول دینے کے لیے خیال سے بحث و نظر کی بہت سی شاخیں پھیلا دیتے ہیں۔ لیکن چٹان اور اس کا بنیادی ادارہ اس ایک بنیادی حصہ سے ادھر ادھر ہٹنا اور بھٹکنا نہیں چاہتا کہ وہ سماج کی علیل روح کا ایک معالج اور معاشرے کے فاسد خیالات کا مصلح بننے کی آرزو رکھتا ہے۔

اس کی طنز میں اگر شدت ہو گی تو محض اس لیے کہ خود سماج میں ہر شے طنز بن چکی ہے۔ فطرت سے لے کر انسان تک اداس ہیں۔ ہر چہرہ غمگینی کے تاثر میں ڈوبا ہوا ہے اور جن لوگوں نے خدا کے خزانے سے احساس کی شدت پائی ہے وہ اپنے گرد و پیش پر مسلسل سوچتے ہیں۔

چٹان افادی ادب کی بے لوث آواز ہے اور تعمیری سیاست کی بے خوف صدا ہے۔ میں نے اس کے مضامین کو

اپنی رگوں کے لہو کی ایک ایک بوند سے رنگین بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔

لختے برد ازد دل گزر دہر کہ زپیشم
من قاش فروش دل صد پارہ خوشیم

(چٹان۔ یکم جنوری ۱۹۴۹ء)

۲۔ چٹان جب نکلا تھا تو اس کے سامنے ایک واضح نصب العین تھا۔ بحمد للہ اس نے اپنے مقاصد کا ایک سفر طے کیا اور چمکتا دمکتا بلکہ گونجتا، گرجتا اور برستا رہا، اس نے اپنے سفر میں کمی نہیں کی اور نہ منزل سے بھٹکنا گوارا کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس سفر میں اس کو نہ صرف اپنے تلوے سہلانے پڑے بلکہ اس وادی پر خار کو اپنی آبلہ پائی سے بھی نوازتا رہا۔

چٹان کو اپنی کوتاہیوں کا اعتراف ہے۔ وہ بہر حال انسانوں ہی کا ایک ادارہ ہے اور انسان خطا کا پتلا ہے۔ ہم نے جو غلطیاں کی ہیں، وہ بشری غلطیاں تھیں اور کوئی سا شخص بھی خطاؤں سے بچ نہیں سکتا۔ مگر جو کچھ کیا اور جو کچھ لکھا، اس میں تمام کوتاہیوں کے باوجود ہمارا اخلاص شامل رہا۔ ہم اسے اپنی خوش بختی سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنے دامن قلم کو بازار کی خرید وفروخت سے آلودہ نہیں کیا۔ غلط لکھا یا صحیح لکھا، اپنے ضمیر کی آواز پر لکھا اور آج ہم فخر سے سر اٹھا کر کہہ سکتے ہیں کہ چٹان نے بجا طور پر پاکستان میں بعض خاص روایتیں قائم کی ہیں۔ مثلاً

۱۔ چٹان نے ہفتہ وار صحافت میں اپنا ایک خاص مقام اور منفرد فکر پیدا کیا ہے۔
۲۔ چٹان نے ہفتہ وار صحافت کو پرانی آلوگیوں سے مصفا ومنزہ کیا ہے۔
۳۔ چٹان نے حق گوئی و بے باکی کی خصوصیتوں کو اجالا ہے۔
۴۔ چٹان ہمیشہ کلمۃ الحق کا داعی رہا ہے۔
۵۔ چٹان جمہوریت کے نشوو فروغ کا حامی اور اسلامی اقدار کا نعرہ زن رہا ہے۔
۶۔ چٹان نے ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دیا اور ظالم کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔
۷۔ چٹان نے کبھی تجارت کو اپنا معیار یا مؤقف نہیں بنایا بلکہ اس کا مؤقف و معیار ہمیشہ خیالات وافکار کی دعوت و تبلیغ رہا ہے۔
۸۔ چٹان (بحمد اللہ) اپنے دامن عمر پر کوئی دھبہ ایسا نہیں پاتا، جس کی اس کے ضمیر میں خلش ہو اور اللہ کے دربار میں رسوائی۔
۹۔ چٹان اپنے طرز کا واحد اخبار ہے جس نے تصویروں پر تحریروں کو ترجیح دی ہے۔
۱۰۔ چٹان اسلام، انسان، پاکستان اور دین کے لیے زندہ رہنا چاہتا ہے۔
۱۱۔ چٹان کسی کا دشمن نہیں صرف ان نظریوں اور ان کے داعیوں کا دشمن ہے جو ملک وقوم اور قرآن واسلام کے خلاف بزعم خویش نبرد آزما ہوتے ہیں اور انہی مقاصد کے ساتھ چٹان آج اپنی زندگی کے سولہویں سال میں

قدم رکھ رہا ہے اور یہ سب پروردگار عالم کی عنایات بے پایاں کا فضل و کرم ہے۔ (چٹان ۳۱، دسمبر ۱۹۶۲ء)

۳۔ یہ کہنا کہ اخبار نویس کے عقیدے اور اخبار نویس کے قلم میں فرق ہو سکتا ہے۔ عقیدہ کا تعلق ذات سے ہے اور قلم روزی کا وسیلہ ہے، ایک خوفناک جسارت ہے۔ جس کی تائید میں کوئی سند پیش نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ ضمیر کی اس جانکنی کا جواز ہی نہیں ہے۔

ہر چیز پیشہ کی نہیں ہوتی۔ جو شخص قلم کی عظمت کو محسوس نہیں کرتا کہ اس کا درجہ کیا ہے، وہ اس بیسوا کی طرح ہے جس نے اپنی آبرو بولی کے لیے رکھ دی ہو کہ قیمت دو اور لے جاؤ۔ قدرت نے ہر چیز اور خوبی فروخت کے لیے نہیں دی۔ جس طرح ماں کی محبت، دل کا عشق، ایمان کا ولولہ، بیٹی کی عصمت، خرید و فروخت کی چیز نہیں اور نہ انھیں خرافاتی منطق سے خرد برد کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کا قلم ہے جن سے دعوت و تذکیر اور غور و فکر کی راہیں کھلتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے دعوت و تذکیر کی راہ اختیار کی وہ ہمیشہ درویشوں کی سی زندگی بسر کرتے رہے۔ کہ ضرورت ان کی حاجت مندوں کی سی ہوتی ہے اور چہرہ بے نیازوں کا۔ چٹان بھی اسی قبیلہ کا فرد ہے جس کے افراد انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ جب تک رگوں میں خون ہے، اس چراغ کو جلاتے رہیں گے، جب خون نہ رہا تو کشکول اٹھانے کی بہ نسبت اس کو بند کر دینا ہی ہمارے لیے زیادہ عزت مندانہ طریق ہوگا۔ (چٹان، ۲۳ر جنوری ۱۹۶۷ء)

ضمیر کا اطمینان:

مجھے پاکستان اور اس کے عوام سے بے پناہ محبت ہے۔ میں ان کی آزادی اور آبرو کو ہر چیز سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں۔ میں نے ہمیشہ اسی غرض سے قلم و زبان کو استعمال کیا ہے۔ میں غلطی کر سکتا ہوں لیکن دو چیزیں میری فطرت سے خارج ہیں۔ اولاً میں قلم کو ہمیشہ ضمیر کی آواز پر اٹھاتا ہوں لہٰذا کسی لفظ پر اس لحاظ سے ندامت نہیں ہوتی کہ اس میں کوئی مخفی اشارہ ہے یا اس میں کسی اور کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ ثانیاً کسی ماں نے آج تک وہ بچہ ہی نہیں جنا جو میرے قلم و زبان کو خرید سکے۔ میرے نزدیک قلم فروشی عصمت فروشی سے کم نہیں۔ بلکہ اس سے بھی فروتر ہے۔

قدرت نے قلم اس لیے نہیں دیا کہ بیچا جائے۔ اس سے بہتر ہے کہ ہاتھ شل ہو جائیں۔ زبان اس لیے نہیں بخشی کہ مرہون غیر ہو۔ ایسی زبان پر فالج گر جائے تو خدا کا احسان ہے۔

وہ لوگ جو قلم کا کاروبار کرتے ہیں۔ میں انھیں شر الداوب عند اللہ سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک ایسے تمام ادیب، شاعر، صحافی، واعظ، مقرر اور خطیب بالا خانوں کی مخلوق ہیں جنھوں نے جوہر قلم اور زبان کو بازار کی جنس بنا دیا ہے اور جن کا خیال ہے کہ انھیں درباروں کی چوکھٹ پر بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔ تاریخ میں اسی کا نام عبرت ہے۔

چٹان کا منشا و مقصد:

چٹان یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو نکلا تھا۔ شروع سال ۱۹۴۹ء سے باقاعدہ ہو گیا آج اس کو ۱۹ سال ہوئے ہیں۔ اس

پہلی تاریخ سے اس کا بیسواں سال شروع ہو چکا ہے۔ پہلے دن بھی اس کا طرہ امتیاز یہی تھا کہ جس بات کو حق سمجھو اس کو بے کم و کاست کہہ ڈالو۔ آج بھی اس کا شیوہ امتیاز یہ ہے کہ حق کا ساتھ دو، خواہ وہ مسجد کے فرش پر ہو یا میکدہ کی چوکھٹ پر۔ ہم اجتماعی طور پر ذاتی حیثیت سے جو محسوس کرتے ہیں، وہ حوالہ قلم کرتے ہیں۔ کوشش یہی ہے کہ کلمۃ الحق کی پشتبانی ہو۔ اس کے لیے ہم نے ماضی مرحوم سے لے کر اب تک بے شمار صعوبتیں اٹھائی ہیں اور جو کچھ حاصل کیا وہ قوت بازو سے حاصل کیا۔ اس پر کسی دوسرے کے انعام و احسان کی مہر نہیں لگی ہوئی۔ صرف اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم شریک حال رہا ہے۔ چٹان کسی تنظیم کا پرچہ نہیں۔ نہ مستعمل معنوں میں وہ کسی مکتب خیال کا نمائندہ ہے۔ یا اس کے حلقہ بگوشوں میں ہے۔

وہ ایک آزاد خیال ہفتہ وار ہے جس کا دل لوگوں کے دلوں کی اجتماعی دھڑکنوں کے ساتھ دھڑکتا ہے۔ اس کا ہمیشہ ہی یہ شعار رہا ہے کہ سیاسی مجاوروں، ادبی نٹ کھٹوں، شرعی جیب تراشوں اور مجلسی لقندروں کا پردہ چاک کیا جائے۔ قیمت اس کی خواہ کچھ بھی ادا کرنی پڑے۔ جب تک ان لوگوں کا وجود باقی ہے اور چٹان بفضل تعالیٰ زندہ ہے، سیاسی عجائب گھروں کی مورتیوں، ادبی بت کدوں کے کھلونوں، منبر و محراب کے آوارہ مصروعوں، مجلسی اور بازار کے مہنتوں کی باز پرس جاری رہے گی۔ بقول جوش

اہل دنیا کون ہیں ؟ ان کا اثر کیا چیز ہے ؟
ہم خدا سے ناز کرتے ہیں ، بشر کیا چیز ہے ؟

بالفاظ دیگر

ٹوٹ تو سکتے ہیں لیکن ہم لچک سکتے نہیں

جس دن چٹان نہ رہا اور اس کے ایڈیٹر کا سفر دنیا پورا ہو گیا اس دن یہ تعاقب بھی ختم ہو جائے گا۔ اللہ کی کائنات کسی انسان کی بھی محتاج نہیں۔ لوگ اپنا اپنا سفر پورا کر کے دارالبقا کو پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں ہر شخص یکساں ہے اور اپنے اعمال و افکار کے لیے جوابدہ۔ البتہ ان کی جواب دہی ذرا زیادہ سخت ہوگی جو مخلوق خدا کے اجارہ دار تھے لیکن مخلوق خدا ہی کی تجارت کرتے رہے۔

عرض حال:

شاید یہ چیز انمل، بے جوڑ ہو لیکن یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ میری گرفتاری کے دو پہلو تھے۔ اوّلاً حکومت نے محسوس کیا اور پکڑ لیا۔ مجھے اس سے کوئی گلہ نہیں۔ حکومتیں یہی کیا کرتی ہیں۔ جو شخص اس پر نکتہ چینی کرتا ہے اس کو آزمائش کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ لیکن اس قسم کے حادثوں میں جو لوگ اعزازی طور پر شریک ہوتے اور سرکار کے دستر خوان سے نوالے توڑتے ہیں۔ افسوس کہ میرا قلم انھیں کبھی معاف نہیں کر سکتا۔

یا ان کا گریباں چاک یا اپنا گریباں چاک

ان دوست نما مخبروں، خطابت فروش مغبچوں اور انجام نا آشنا خرقہ پوشوں کے مکروہ چہروں سے نقابیں اتاری ہی

جائیں گی۔ان کے نیزوں کی انی توڑی جائے گی اور ان کے خنجروں کو دولخت کر دیا جائے گا تا کہ یہ سیاسی یتیم خانے سے پرورش نہ پاسکیں۔(ہفت روزہ چٹان،۱۶رجنوری ۱۹۶۷ء)

آغا صاحب نے متذکرہ بالانظریات کی بنیاد پر گراں قدر صحافتی خدمات سرانجام دیں۔

۱۔ حکمرانوں کی عوام دشمن پالیسیوں پر مسلسل کلمہ حق کہتے رہے۔کلمہ حق کی پاداش میں انھیں متعدد بار قید و بند اور ہفت روزہ چٹان کی بندش جیسے صدمات سہنے پڑے۔لیکن ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ان کا بجا طور پر یہ دعویٰ تھا کہ

اور میں آج بھی اس دورِ ستم پیشہ میں
کج کلاہوں کی رعونت سے الجھ سکتا ہوں میں
ڈال سکتا ہوں مہہ و مہر کے سینے پہ خراش
برق و باراں کی خشونت سے الجھ سکتا ہوں میں

۲۔ ہفت روزہ چٹان میں قادیانیت کی وطن اور اسلام دشمنی کا مکمل جرأت ایمانی کے ساتھ تعاقب کیا۔

۳۔ اسلام میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش کے خلاف نبرد آزما رہے۔اس سلسلہ میں انھوں نے علمائے کرام کو بھی جھنجھوڑا اور انھیں حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابن تیمیہؒ کا اسوۂ حسنہ یاد دلاتے رہے۔انھوں نے علمائے سوء کو للکارتے ہوئے کہا

پھر یہ نہ شکایت ہو کہ گستاخ ہے شورش
جب میں نے قباؤں کو ادھیڑا کہ اتارا

۴۔ چٹان کے ذریعے انھوں نے علم و ادب کی بے پناہ خدمت کی۔قلم قتلے،قلم پارے،گر تو برا نہ مانے، گفتنی نا گفتنی،غریبِ شہر،سخن ہائے گفتنی دار دو غیرہ عنوانات کے تحت ادبی کالم لکھتے رہے۔ان کالموں میں ادبی نوادرات کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے کہ باید و شاید۔

ذکر اس پری وش کا اور پھر اندازِ بیاں اپنا

یہ ادبی کالم آغا صاحب کے ادبی کمالات کا نقطہ معراج ہیں۔اکثر و بیشتر ہر شمارہ میں کئی کئی کالم لکھتے تھے۔اور کوئی کالم اپنے اعلیٰ معیار سے گرا ہوا نہ ہوتا تھا۔

۵۔ وہ اپنے رسالہ میں دیگر اہلِ علم کے علمی،تاریخی،ادبی اور سائنسی مضامین بھی شائع کرتے رہے جو کہ علم و ادب کی ایک مستقل اور گراں قدر خدمات ہے۔

۶۔ آغا صاحب نے اہم ادبی،سیاسی،صحافتی اور سماجی شخصیات کی یاد میں مضامین لکھ کر تاریخ کا اہم حصہ محفوظ کر دیا۔

یہ چند امور مشتے از خروارے کے طور پر ذکر کیے گئے ہیں۔ورنہ تفصیلات تو ایک مستقل کتاب کی متقاضی ہیں۔

مرثیہ (بقلم خود)

شورش کاشمیریؒ

(اپنی وفات سے کئی برس قبل آغا شورش کاشمیریؒ نے خود ہی اپنا مرثیہ لکھ کر اپنی موت کا مزہ چکھ لیا تھا)

یہ خبر شورش نوائے وقت میں تھی پُر ملال
ہو گیا لاہور میں شورش کا پرسوں انتقال

مختصر سی اک خبر کونے میں تھی اخبار کے
حاشیہ دے کر سیاہ لکھا تھا لفظِ ارتحال

بے اثر لفظوں میں تھی مرقوم رودادِ وفات
جاں کنی میں کوئی بھی انسان نہ تھا پرسانِ حال

الغرض یہ اس مقرر کا تھا سفرِ آخری
عمر بھر جس کو رہا حاصل خطیبانہ کمال

جس طرف نکلا جہاں پہنچا فضا پر چھا گیا
اس کے سر پر تھا فروزاں سایۂ یزد تعال

دس برس تک سختیاں جھیلیں بنامِ حریت
قیدِ تنہائی میں کاٹے جس نے اپنے ماہ و سال

آئے دن طوفاں بپا ہوتے رہے جس کے خلاف
جس کی جاں کے واسطے تھی اس کی حق گوئی وبال

نوعِ انساں کی طرح کمزوریاں اس میں بھی تھیں
آشکارا ہر کہ و مہ پہ تھے اس کے خدوخال

ماہ رووں سے بھی اس کی گفتگو ہوتی رہی
اس کے اسلوبِ غزل کی جان تھے زہرہ جمال

شعر میں مرحوم یادوں کو رقم کرتا رہا
نظم میں لکھتا رہا افسانۂ ہجرو وصال

شاعرانہ روپ تھا اس کی زباں کا بانکپن
اس کے لہجہ سے ٹپکتا تھا ادیبانہ جلال

جوش و جذبہ کی اساسِ کہنہ پہ چلتا رہا
اس نے اپنے آپ کو اس سے کیا تھا مالا مال

بات سچی دار کے تختہ پہ بھی کہتا رہا
ٹوکتا کوئی اسے کس شخص میں تھی یہ مجال

نوے فیصد دشمن جانی تھے اس کے گردو پیش
جس کے ہم چشموں میں تھے اس کے بہی خواہ خال خال

بات جو لکھتا تھا، لکھتا تھا بڑے انداز سے
ہیچ تھا اس کے لیے اندیشۂ مال و منال

اس کا سینہ ساتھیوں کی بے رخی سے داغ داغ
اس کا دل احباب کے لطف و کرم سے پائمال

لے اُڑا اس کی نشاطِ عمر سیلِ انقلاب — کھا گئی اس کی جوانی گردشِ دوراں کی چال
عمر بھر یارانِ محفل کو صدا دیتا رہا — ایک بھی نکلا نہ اس کے ہم رکاب و ہم خیال
ذات پر اس کی تھا یارانِ ادب کو اختلاف — تھا ادیبِ نکتہ سنج و شاعرِ شیریں مقال
اِک جماعت نے سرِ منبر اُسے کافر کہا — دوسری نے لکھا اس کو عہدِ حاضر کا بلال
دی اذاں اس مرد کافر نے حصار شرک پر — یہ خطا ایسی تھی جس پر ہوگیا جینا محال
جرم ایسا تھا کہ اس پر گالیاں کھاتا رہا — یار لوگوں نے اٹھائے روز لایعنی سوال
عیب بیں احباب تھے اور نکتہ چیں اغیار تھے — ان کے نرغہ میں گزارے اس نے اپنے ماہ و سال
بعض کے ذہن و تصور میں وہ اک گستاخ تھا — بعض کے نزدیک تھی اس کی شجاعت بے مثال
بات سیدھی ہے کہ اس میں کوئی بھی خوبی نہ تھی — اس کے دشمن تھے چمن میں پات پات اور ڈال ڈال

اس کے حق میں سب کے سب مومن دعا کرتے رہیں
بخش دے اس کے گناہوں کو خدائے لایزال

(قلم کے چراغ، پروفیسر محمد اقبال جاوید۔صفحہ:۶۰۲)

☆☆☆

مولانا قاری سعید احمد رحمۃ اللہ علیہ

قاری محمد قاسم

یوں تو دارِ فانی میں بہت سی شخصیات آئیں اور اپنا اپنا وقت گزار کر دار البقا کی طرف چل بسیں لیکن بعض اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں جو جانے کے بعد بھی دیر تک یاد آتے رہتے ہیں۔ انہیں میں ایک شخصیت مولانا قاری سعید احمد رحمہ اللہ کی بھی ہے۔ آپ فیصل آباد کے ایک مذہبی گھرانے میں ۲۱ / مارچ ۱۹۵۹ء میں پیدا ہوئے، آپ کے والد قاری نذیر احمد دار العلوم فیصل آباد میں شعبہ حفظ کے استاد تھے۔ ابتدا ہی سے آپ نے قرآن پاک اپنے والد گرامی سے حفظ کرنا شروع کیا، اس کے بعد حضرت قاری عبد الرحمٰن ڈیرویؒ سے تجوید و قرأت پڑھنے کے لیے جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور تشریف لائے اور صرف ونحو کے لیے مولانا محمد اشرف شادؒ کے ہاں مان کوٹ (ملتان) تشریف لے گئے۔ پھر درس نظامی کی تکمیل جامعہ مدنیہ کریم پارک میں کی اور خطاطی حضرت سید نفیس الحسینیؒ سے سیکھی۔ دورانِ تعلیم آپ نے مارشل آرٹ (جوڈو کراٹے) بلیک بیلٹ حاصل کی۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ جامعہ مدنیہ کریم پارک میں مؤذن بھی رہے، ۱۹۸۵ء میں جامعہ اشرفیہ کے شعبہ تجوید و قرأت میں ان کا تقرر ہوا۔ تجوید و قرأت میں آپ نے حضرت قاری عبد الرحمٰن ڈیرویؒ سے مہارت تامّہ حاصل کی، آپ کو اللہ تعالیٰ نے آواز بہت خوبصورت عطا فرمائی تھی، آپ نے بے شمار حسنِ قرأت کے مقابلوں میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ لاہور کی قدیمی دینی درس گاہ جامعہ فتحیہ اچھرہ میں جب تجوید و قرأت کے شعبے کا اجرا ہوا تو جامعہ کے مہتمم جناب حافظ میاں محمد نعمان حفظہ اللہ نے حضرت سے رابطہ کیا اور جامعہ کے لیے وقت مانگا تو میاں صاحب کے خلوص کو دیکھتے ہوئے حضرت نے ظہر تا عصر وقت دینے کی حامی بھر لی۔

۲۰۰۴ء میں حضرت قاری سعید احمد جامعہ فتحیہ کے شعبہ تجوید و قرأت میں تشریف لائے، احقر کا تقرر بھی حضرت کے ساتھ ہوا۔ پہلی ہی ملاقات میں فرمانے لگے کہ میرا مزاج ساتھیوں کو ساتھ لے کر چلنے کا ہے اس لیے آپ مجھے اپنا بڑا بھائی سمجھیں اور فرمایا کہ آپ کو مجھ سے کوئی بھی شکایت ہو تو مجھے فوراً بتائیں، آپ کے بتانے سے مجھے خوشی ہوگی۔ الحمد للہ تقریباً سات سال ہم ایک ہی درس گاہ میں پڑھاتے رہے لیکن کبھی بھی شکایت کا موقع نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو عمدہ اخلاق سے نوازا تھا جو بھی آپ سے ملتا آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ تجوید و قرأت کے حوالے سے اللہ نے بہت مقبولیت عطا فرمائی۔ آپ تقریباً چھبیس سال جامعہ اشرفیہ اور سات سال جامعہ فتحیہ کے شعبہ تجوید و قرأت میں صدر مُدرس کی حیثیت

سے قرآنِ حکیم کی خدمت کرتے رہے۔ جب آپ جامعہ فتحیہ میں تشریف لائے تو پہلے سال میں ہی پینتیس طلبہ نے تجوید میں داخلہ لیا، پہلے سال سات طلبا نے سندِ فراغت حاصل کی۔ آپ کے جامعہ میں آنے سے طلبا کا رش بڑھنے لگ گیا، آپ بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھتے اور طلبا سے فرماتے کہ جامعہ کے تمام اساتذہ اور کارکنان کا ادب واحترام اپنے اوپر لازم کرلیں۔ عرصہ سات سال میں آپ کے جامعہ کے تمام اساتذہ سے بہت اچھے تعلقات رہے کبھی بھی کسی معاملہ میں کسی سے نوک جھوک نہیں ہوئی۔

حضرت کی تالیفات میں خلاصہ جمال القرآن، اللوء لو والمرجان، خلاصہ فوائدِ مکیہ، قرأت سبعہ میں النفحاۃ الرحمانیہ کے علاوہ مقدمۃ الجزری کی شرح زیرِ طبع ہے۔ حضرت پڑھانے کو عبادت سمجھتے تھے۔ آخری ایام بیماری میں جب جامعہ فتحیہ کے ناظمِ اعلیٰ میاں محمد عفان صاحب نے کہا کہ آپ آرام فرمائیں جب طبیعت سنبھل جائے تو پھر تشریف لے آئیں۔ قاری صاحبؒ فرمانے لگے کہ میں نے پڑھانا چھوڑ دیا تو ٹھیک ہونے کی بجائے اور بیمار ہو جاؤں گا، جب میں قرآن پاک کی حدر یا مشق پڑھاتا ہوں تو طبیعت میں سکون سا محسوس ہوتا ہے، قرآن پاک آپ کی طبیعت میں رچ بس گیا تھا۔ حضرت قاری صاحبؒ نے آخری دن بھی بچوں کو اسباق پڑھائے۔ حضرت اپنی دعاؤں میں بھی یہ مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ قرآن پڑھتے پڑھاتے موت آئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے فیض کو خوب پھیلایا، آپ کے فیض یافتہ پاکستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی قرآنِ پاک کی خدمت کررہے ہیں۔ آپ ۳۰/اپریل ۲۰۱۱ء بروز ہفتہ پانچ بج کر تیس منٹ پر خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی نمازِ جنازہ جامعہ اشرفیہ میں ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ نے پڑھائی، جنازہ میں ہزاروں لوگوں نے شرکت فرمائی اور جسدِ خاکی کو اچھرہ کے مشہور قبرستان شیر شاہ میں حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔ آپ نے پسماندگان میں دو بیٹے تین بیٹیاں اور بیوہ کے علاوہ سینکڑوں شاگردوں کو چھوڑا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

اک زمانے کو سعید رلاتے ہوئے
وہ جہاں سے گئے مسکراتے ہوئے
سوئے جنت وہ خود بھی رواں ہو گئے
خلق کو راہِ جنت دکھاتے ہوئے

☆☆☆

قسط: ۵

ورق ورق زندگی

پروفیسر خالد شبیر احمد*

چنیوٹ میں قیام:

لائل پور سے چنیوٹ آئے تو میں تیسری جماعت کا طالب علم تھا۔ اسلامیہ ہائی سکول میں داخلہ لیا۔ جہاں میرے اُستاد ماسٹر محمد صادق صاحب انتہائی مخلص، محنتی، اور دینی شخصیت کے مالک سادگی جن کا شعار تو محنت جن کا وقار تھا، ان کی کلاس میں کمزور لڑکوں کو دیر سے چھٹی ملتی تھی۔ وہ کمزور لڑکوں کو چھٹی کے بعد بھی بغیر کسی معاوضے کے پڑھاتے۔ کہتے تھے کہ میری کلاس میں کمزور لڑکوں کی کوئی گنجائش نہیں۔ سادہ اس قدر کہ تہبند باندھتے، دیسی کرتا، دیسی چمڑے کی جوتی استعمال میں لاتے۔ گھر سے سکول آتے ہوئے تہبند میں ہی ہوتے۔ ایک تھیلے میں شلوار رکھ لیتے اور سکول کھلنے سے پہلے کسی کمرے میں شلوار پہن لیتے اور تہبند کو اُسی تھیلے میں ڈال لیتے۔ جاتے ہوئے پھر تہبند باندھ لیتے۔ انگریزی تہذیب وتمدن کے انتہائی خلاف تھے۔ ان کی شاگردی پر مجھے آج بھی ناز ہے، اس لیے کہ انگریزوں سے نفرت بھی جیسے ان کے نصاب میں ہو۔

والدِ محترم تو انجمن اسلامیہ کے ملازم ہوگئے اور اسی اسلامیہ ہائی سکول میں انگلش ٹیچر کی حیثیت میں انہوں نے کام شروع کر دیا۔ ہم سب شاہی مسجد کے عقب میں اپنے دادا جان کے مکان میں قیام پذیر ہوئے۔ گھر سے دفتر احرار چند قدموں کے فاصلے پر تھا۔ شاہی مسجد کے عقب میں شاہی منڈی کے شمال مغربی کونے میں مجلس احرارِ اسلام چنیوٹ کا دفتر جس پر سُرخ ہلالی پرچم بڑی شان وشوکت کے ساتھ ہر وقت لہراتا رہتا۔ میں اپنے فارغ وقت میں کبھی اکیلا اور کبھی اپنے چچا منیر احمد کے ساتھ جو ہمارے ساتھ ہی لائل پور سے چنیوٹ آگئے تھے دفتر احرار آجاتا۔ احرار رضا کار مجھے گھیر لیتے، کبھی کسی رضا کار کی گود میں ہوتا تو کبھی کسی رضا کار کے کندھے پر سوار وہ مجھے باری باری اٹھاتے اور پیار بھی کرتے۔ اکثر ایسے رضا کار بھی تھے جو میرے دادا جان اور ابا جان کے نہ صرف جاننے والے تھے بلکہ ان کے معتقد بھی تھے۔ ان رضا کاروں نے پہلا سبق یہ مجھے دیا کہ وہ سوال کرتے کہ ''احرار کے کیا معنیٰ ہیں؟'' میں اُن کا بتایا ہوا جواب دہرا دیتا۔ ''احرار جمع حُر کی، حُر معنی آزاد''۔ ''احرار کیا چاہتے ہیں؟'' میں جواب دیتا ''احرار آزادیٔ ہند چاہتے ہیں''۔ نعرے جو مجھے بچپن سے ہی ان رضا کاروں سے ملے وہ بھی دو ہی تھے۔ ''انقلاب زندہ باد''۔ ''مجلس احرار اسلام زندہ باد''۔ ایسے ماحول میں میرے چہرے پر ایک خاص قسم کی رونق عود کر آتی۔ مجھے اپنے ہر سانس میں ایک عجیب سی تازگی اور روح میں طراوت سی محسوس ہوتی۔ کبھی کبھی رات کو بھی دفتر احرار چلا آتا۔ دفتر میں بڑی رونق ہوتی۔ سیکڑوں احرار رضا کار جمع ہوتے۔ یہ اُن کی پریڈ کا وقت ہوتا۔

* نائب امیر مجلس احرارِ اسلام پاکستان

رات کو پوری شاہی منڈی دفتر احرار میں تبدیل ہو جاتی تھی۔ شاہی منڈی میں سرخ وردی میں ملبوس احرار رضا کاروں کی صف بندی ایک عجیب سماں پیدا کر دیتی تھی۔ پریڈ کے ''کاشن'' عربی میں تھے۔ جو پہلے پہلے تو مجھے بہت مشکل لگے لیکن چند ہی دنوں میں ازبر ہو گئے، کبھی کبھی دن کے وقت بھی رضا کار پریڈ کے لیے نکلتے میں ان کے ساتھ ہوتا۔ پورے شہر کا گشت کرتے اور ساتھ ساتھ ترانا گاتے جس کے بول اس طرح تھے۔(۱)

ترانۂ احرار:

اٹھ مجاہدِ وطن ڈال دوش پر کفن
کُند تیغ ہے تری سان پر چڑھائے جا
اسلحہ سجائے جا
ہاں قدم بڑھائے جا
اٹھ! خدا کا واسطہ مُصطفیٰ کا واسطہ
نامِ دیں بلند کر بانگِ حق سنائے جا
قوم کو جگائے جا
ہاں قدم بڑھائے جا
آں صلوٰۃ و صوم اُف ترک کردہ قوم تُف
ہے نمازِ خوف کیا؟ بات یہ بتائے جا
حکمِ دیں سنائے جا
ہاں قدم بڑھائے جا
نامرادِ حریت کر جہاد حریت
موت مر شہید کی خوب مسکرائے جا
زندگی بنائے جا
ہاں قدم بڑھائے جا
سُرخ پوش ہے تو آ سرفروش ہے تو آ
ہاں ''حُسین'' کی طرح رنج و غم اٹھائے جا
''کربلا'' بنائے جا
ہاں قدم بڑھائے جا

(۱) یہ ترانہ جناب عبدالجلیل خان ایڈووکیٹ مرحوم (سابق سالار جیوش احرارِ اسلام صوبہ یوپی، ہند) نے ۱۹۳۴ء میں لکھا۔ جسے قائد احرار جانشین امیر شریعت مولانا سید ابوذر بخاریؒ نے الگ کتابچے کی صورت میں شائع کیا۔(مدیر)

ہاتھ میں علم اٹھا تیز تر قدم اٹھا
عرصۂ قتال تک جیش کو لڑائے جا
تو پَرا جمائے جا
ہاں قدم بڑھائے جا

سامنے سے جنگ ہے توپ ہے تُفنگ ہے
گولیوں پہ گولیاں مسکرا کے کھائے جا
خون میں نہائے جا
ہاں قدم بڑھائے جا

ملک و نسل و رنگ یہ؟ موجباتِ جنگ یہ؟
امتیازِ قومیت سربسر مٹائے جا
سامراج ڈھائے جا
ہاں قدم بڑھائے جا

کیا ''خلافتِ'' خدا؟ قوم سے ہوئی جدا؟
''شرع'' کا نفاذ کر ''حدّ'' پہ حد لگائے جا
راستہ دکھائے جا
ہاں قدم بڑھائے جا

کر ''امام'' ایک کو ''متقی وَ نیک'' کو
حکمِ حق کے سامنے اپنا سر جھکائے جا
''اِتّقا سکھائے جا
ہاں قدم بڑھائے جا

''صاحبِ نصاب'' بن ''قابلِ خطاب'' بن
دے ''زکوٰۃ جسم و جاں'' مال و زر لٹائے جا
آبرو بنائے جا
ہاں قدم بڑھائے جا

یہ ''صدیٰ'' سنائے جا وجد و کیف لائے جا
شعر یہ ''جلیل'' کے بار بار گائے جا

گُل فضاء پہ چھائے جا
ہاں قدم بڑھائے جا

ملک نذر محمد اعوان سالار تھے۔ان کی وردی تمام رضا کاروں سے مختلف ہوتی۔ پوری فوجی وردی میں ملبوس جیسے فوج کے میجر ہوں۔ دراز قامت، چھریرا جسم، چوڑی چھاتی، متحرک آنکھیں، چہرے پہ عجیب رونق، سراپا عزمِ جواں کی قسم کھاتا محسوس ہوتا، قدموں کی تھاپ سے بلند ہونے والی آواز جیسے عزم و استقلال کی داستان بیان کر رہی ہو۔ دل میں غلامی کے خلاف نفرت اور آزادی کے لیے تڑپ دماغ کو معطر بھی کرتی اور مسحور بھی۔ جہاں جہاں سے احرار رضا کاروں کا یہ جیش گزرتا لوگ استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ چلتے قدم رک جاتے اور بعض اوقات تو دیکھنے والے لوگ بھی مجلس احرار زندہ باد اور انقلاب زندہ باد کے نعرے لگاتے۔ میں تیسری جماعت کا طالب علم جب یہ سب کچھ دیکھتا تو سوچتا یہ سب رضا کار آخر اس طرح کیوں پریڈ کرتے ہیں۔ان میں وہ کون سا جذبہ ہے جو انہیں بے چین و مضطرب کیے ہوئے ہے۔ یہ انگریز کون ہیں جن سے یہ آزادی کے خواہش مند ہیں۔ آزادی ہوتی کیا ہے؟ یہ سوالات دماغ میں اٹھتے مگر دماغ میں ہی کہیں گم ہو جاتے اور پھر ساری توجہ اس دلکش، دلربا اور روح پرور پریڈ اور ترانے کی طرف مبذول ہو جاتی۔ جب کوئی شہر کا اہم چوک آتا تو سالار کے ''کاشن'' پر پریڈ روک دی جاتی اور فضا انقلاب زندہ باد، احرارِ اسلام زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھتی، شہر میں گشت کا یہ پروگرام کبھی کبھی ہوتا تھا۔لیکن دفتر میں رات کے وقت رضا کاروں کی حاضری روزانہ ہوتی۔ ہمارے ایک رضا کار عبدالحکیم ایف۔اے پاس تھے۔ وہ کبھی چودھری افضل حقؒ کی ''زندگی'' پڑھ کر رضا کاروں کو سناتے تو کبھی ''تاریخ احرار'' کے اوراق ان کے سامنے ہوتے اور تمام رضا کار ہمہ تن گوش ''تاریخِ احرار'' کے اقتباس سنتے، احرار آرگن ''افضل'' باقاعدگی کے ساتھ دفتر احرار آتا جو سہارن پور سے شائع ہوتا تھا۔ رات کو شاہی منڈی تقریباً ساری کی ساری دفتر احرار میں تبدیل ہو جاتی جہاں چارپائیوں پہ بیٹھ کر احرار رضا کار آپس میں گپ شپ بھی کرتے اور جماعتی زندگی کے بارے میں بھی گفتگو ہوتی۔ کبھی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی کوئی بات، تو کبھی مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ کا تذکرہ، کبھی کسی احرار لیڈر کی قید تنہائی کا قصہ تو کبھی کسی دوسرے احرار لیڈر کی شعلہ بیانی کا ذکر۔ شہر میں خدمت خلق کے کام کی طرف بھی توجہ مبذول کرائی جاتی۔ شہری مسائل بھی زیرِ بحث آتے غرض یہ اکٹھ کئی لحاظ سے جماعتی زندگی میں روانی، استحکام اور استقلال کا باعث بنتا۔

الٰہی بخش چنیوٹی کی شہادت:

شہر چنیوٹ، شہر احرار بن گیا تھا۔ اس لیے کہ تحریک کشمیر ۱۹۳۰ء میں الٰہی بخش چنیوٹی کی شہادت نے پورے شہر کو مجلس احرار کی طرف متوجہ کر دیا تھا۔ میری والدہ مرحومہ بتاتی تھیں کہ جب الٰہی بخش کا جسد خاکی کشمیر سے چنیوٹ لایا گیا تو شہر کا جوش و خروش ایسا تھا کہ الفاظ اسے بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ ایک ایسی کیفیت جو الفاظ کے زنغے سے ماورئی ہو،

پورے شہر پر حاوی تھی۔ روزانہ جلوس نکلتے اور الٰہی بخش کی شہادت کے ترانے گائے جاتے۔ شہر کے ہر چوک میں سرخ رنگ کے ٹب رکھ دیے گئے تھے اور لوگ اپنی سفید قمیص گھر سے لاتے اور اسے سرخ رنگ میں ڈبو کر جلوس میں شامل ہو جاتے۔ گرفتاری کے لیے کشمیر جانے والے رضا کاروں کے گلے میں ہار ڈال دیے جاتے۔ جس سے معلوم ہوتا کہ آج یہ رضا کار تحریک کشمیر کے لیے کشمیر جائیں گے۔ الٰہی بخش کی تدفین کے دوسرے روز جب جلوس نکالا گیا تو کشمیر جانے والے رضا کاروں میں الٰہی بخش شہید کا کم سن بیٹا محمد عمر بھی شامل تھا۔ ماں نے نہلا دھلا کر سرخ قمیص پہنا کر اسے رضا کاروں میں شامل کرنے پر اصرار کیا تو منتظمین مجبور ہو گئے۔ اسے کشمیر تو نہ بھیجا گیا لیکن ایک ماں کے اس اقدام نے پورے شہر میں ہلچل مچا دی اور دین اسلام کے لیے جذبۂ جہاد یوں محسوس ہوتا تھا کہ اپنے پورے عروج پر ہے۔ لوگوں کے جوش و خروش میں اس اقدام سے بے انتہا اضافہ ہوا اور تحریک کو بھی اس سے استحکام حاصل ہوا۔ کچھ اس قسم کے پنجابی اشعار الٰہی بخش شہید کے بارے میں والدہ سناتی تھیں کہ پڑھے جاتے تھے:

صدقے جایئے تیری موت توں ساڈی اکھاں دیا تاریا
شیراں وانگوں للکاردیاں نعرے تکبیراں دے ماردیاں
باپ شہادت پا گیا پُتر اوہ دی تھاں گیا
پیش شہادت کر کے توں تن من دین توں واریا
صدقے جایئے تیری موت توں ساڈی اکھاں دیا تاریا

الٰہی بخش شہید کے بارے میں ماسٹر تاج الدین انصاریؒ اپنی کتاب ''احرار اور تحریک کشمیر'' میں تحریر کرتے ہیں:

''میر پور کے مورچہ پر ڈوگرہ سپاہی سنگین تانے کھڑے تھے۔ چنیوٹ کا بہادر احرار رضا کار الٰہی بخش شہید اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اللہ اکبر کے نعرے لگاتا آگے بڑھا۔ سنگین اس خوبصورت نوجوان کے سینے کے پار ہوگئی۔ اللہ کا نام بلند کرتے ہوئے یہ خوبصورت نوجوان کلمہ شہادت پڑھ کر اللہ کو پیارا ہو گیا۔ مسلمانوں کے مقدس خون کا یہ پہلا قطرہ تھا جس نے مسلمانانِ پنجاب کے دلوں کو گرما دیا۔ اس کے بعد احرار رضا کاروں کا سیلاب ریاست اور بیرون ریاست کے تمام سرکاری انتظامات کو خس و خاشاک کی طرح بہا کے لے گیا۔''

مشہور احرار شاعر علامہ انور صابری مرحوم نے الٰہی بخش شہید کو اس طرح خراجِ تحسین پیش کیا:

فطرت نے عطا کی ہے جسے مستیٔ جاوید
میخانۂ صہبائے شہادت کے سُبو سے
احرار کے جذبات کی تعمیر مکمل
کشمیر میں لاریب ہوئی اس کے لہو سے

تحریک کشمیر میں چنیوٹ شہر سے بے شمار لوگ گرفتار ہوئے اورانہوں نے بڑے حوصلے کے ساتھ اپنی قید کی مدت پوری کی۔حافظ دوست محمد جو اپنے جسم کے اعتبار سے بھاری بھرکم تھے انہیں بیل کی جگہ کنویں چلانے کے لیے جوت دیا جاتا۔ اس کے علاوہ شیخ محمد امین پان فروش، شیخ اللہ دین صاحب مرحوم اوراس طرح کئی دوسرے لوگوں نے تحریک میں حصہ لیا۔

یہ تھا وہ ماحول جس نے پورے شہر کو بیدار کر رکھا تھا۔اب ایسے ماحول میں دن رات اپنے تعلیمی اوقات سے فارغ ہوکر دفتر احرار میں وقت بسر کرتا۔میری طرح کچھ اور کم سن لڑکے بھی دفتر آتے۔ایک اچھی خاصی بچوں کی تعداد واقف ہوگئی۔ہم سب اس احراری ماحول سے متاثر تھے اوراس ماحول کا رنگ ہمارے دل و دماغ پر ہی نہیں ہماری روح میں بھی رچ بس گیا تھا۔ان بچوں میں میرے علاوہ کئی دوسرے نام بھی ہیں۔لیکن دو نام اپنی اہمیت کے اعتبار سے زیادہ اہم اور قابل ذکر ہیں۔ایک نام خالد بن الٰہی بخش شہید کا ہے جو اپنے والد کی شہادت کے بعد پیدا ہوا اور عمر میں مجھ سے دو سال بڑا تھا۔اور دوسرا نام عزیز بھراڑہ کا ہے وہ بھی مجھ سے عمر میں بڑا تھا۔عزیز بھراڑہ کا نام تو دل پہ اس طرح نقش ہوا کہ اب موت کے بعد بھی شاید نہ مٹ سکے گا۔اس کے بارے میں چند اہم باتیں نذر قارئین کرنا ضروری ہیں۔

عزیز بھراڑہ مرحوم:

شیخ خاندان کا لڑکا، میرے محلے کے پاس ہی سبز محل کے سامنے اس کا مکان تھا۔میں جب تیسری جماعت کا طالب علم تھا تو یہ پانچویں جماعت میں تھا۔اس سے دوستانہ ہوگیا۔وہ بھی میری طرح دفتر احرار آجاتا اور ہماری دوستی کے آغاز کی وجہ بھی یہی تھی۔وہ بھی میری طرح جماعتی ماحول سے شدید متاثر تھا۔خالد بن شہید،عزیز بھراڑہ اور میں ہم تینوں نے مل کر بچوں کی ایک الگ احرار تنظیم بنانے کا مشورہ کیا اور فیصلہ ہوا کہ عزیز بھراڑہ کو اس کا سالار بنا دیا جائے۔چنانچہ ارد گرد کے چند محلوں سے ہم نے کوشش کر کے تقریباً چالیس پچاس کے قریب اپنے ہم عمر لڑکے اکٹھے کر لیے اور عزیز بھراڑہ کو ہم نے اپنا سالار بنالیا۔ہم نے کسی مستعار بیٹھک میں اپنا الگ دفتر بھی کھول لیا۔جہاں باقاعدہ رجسٹر حاضری رکھا گیا۔ہم روزانہ اکٹھے ہوتے اور شہر میں کسی جگہ صف بندی کر کے پریڈ بھی کرتے۔ہماری تنظیم دن بدن منظم ہوتی گئی اوراس میں شہر کی جماعت کی سرپرستی بھی ہمیں حاصل تھی۔جس نے ہمیں فعال اور منظم ہونے میں بڑی مدد کی۔

ایک دن ملک اللہ دتہ مرحوم و مغفور صدر شہر نے مجھے کہا کہ آگرہ کی مجلس احرارِ اسلام کے صدر جن کا بنیادی تعلق چنیوٹ سے ہے وہ آئے ہوئے ہیں۔میں نے انہیں تمہاری پریڈ دیکھنے کی دعوت دی ہے تم اپنے سالار سے کہو کہ کل پچھلے پہر وہ اپنے تمام رضا کاروں کو عید گاہ میں اکٹھے ہونے کے لیے کہے وہاں انہیں آپ کی پریڈ دکھائی جائے گی۔عزیز سالار نے دوسرے روز ہم سب کو عید گاہ میں اکٹھا کرلیا۔آگرہ کی جماعت کے صدر آئے اور ہماری پریڈ دیکھی،عربی کاشن میں جب ہم نے پوری پریڈ انہیں دکھائی اور مارچ کر کے بھی دکھایا تو وہ انتہائی مسرور ہوئے اورانہوں نے خوش ہوکر پچاس روپے ہمیں بطور انعام بھی دیے۔شہر میں بھی ہم اپنے بڑوں کی طرح پریڈ کے لیے نکلتے تھے۔لوگ ہمیں پریڈ کرتے دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ ہمارے سالار عزیز بھراڑہ ایک قادیانی گھر کے چشم و چراغ تھے۔ باپ تو پکا قادیانی تھا۔ بھائی نیم قادیانی اور والدہ کے بارے میں کچھ علم نہیں کہ وہ کیا تھی۔ عزیز اکثر مجھ سے اس بات کا ذکر کرتا کہ میرا والد مجھے بہت تنگ کرتا رہتا ہے کہ تم احرار چھوڑ دو ورنہ میں گھر سے نکال دوں گا۔ لیکن میں نے تو گھر میں کہہ دیا ہے کہ احرار جماعت کو تو چھوڑنا مشکل ہے جس کے مقابلے میں مجھے گھر چھوڑنا بڑا آسان معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال عزیز بھراڑہ جماعت احرار کا ایک فعال نونہال کارکن رہا۔ اس کے جذبۂ احراریت میں مزید پختگی آتی چلی گئی۔ شہر میں اس تنظیم کی وجہ سے ہم تین چار لڑکوں کا بڑا چرچا ہو گیا۔ جب میں پانچویں جماعت میں تھا تو اس وقت عزیز ساتویں جماعت میں۔ اس وقت ہماری یہ تنظیم اپنے پورے عروج پر تھی، مشتاق تھہیم، چھوٹے بھائی صغیر باقر، بشیر وسیر، عمر درازز بلوچ اور چند دوسرے لڑکے اس تنظیم کے فعال کارکن تھے۔

عزیز بھراڑہ کی وفات:

۱۹۴۵ء میں شہر میں ہیضے کی وبا پھیلی مجھے یاد ہے کہ پہلی رمضان کو ہم دونوں حسبِ معمول اکٹھے ہوئے تو عزیز نے مجھے کہا کہ یار شبّیر! یہ بڑا مقدس مہینہ ہے میں نے سنا ہے کہ اس مہینے میں جس کی موت وقع ہو جاتی ہے وہ سیدھا جنت میں چلا جاتا ہے۔ میں نے جواب میں کہا یہ بات تو درست ہے علما حضرات ایسا ہی کہتے ہیں۔ تو عزیز نے ایک لحظہ توقف کیے بغیر کہا کہ ''کاش مجھے بھی اسی مہینے موت آجائے اور میں بھی جنت میں چلا جاؤں۔'' میں نے اس پر ناراض ہو کر کہا کہ کیا تو نے اتنی جلدی مجھ سے جدا ہونے کی ٹھان لی ہے۔ میں تو اب تمہارے بغیر زندہ رہنا بھی مشکل محسوس کرتا ہوں۔ میری ہر صبح اور ہر شام تمہارے ساتھ گزرتی ہے اور ہمارا آپس کا پیار تو اب تذکرۂ خاص و عام ہو چکا ہے، چل ایسی بات نہیں کرتے ہمیں تو بڑا ہو کر اپنی جماعت کا ابھی بہت کام کرنا ہے۔ بات آئی گئی ہو گئی اور ہم پہلی رمضان کی تراویح پڑھنے مسجد میں چلے گئے۔ جہاں ہماری ملاقات تیسرے دوست مشتاق تھہیم سے ہوئی۔ تراویح پڑھنے کے بعد ہم دونوں ایک بند دکان کے تھڑے پر بیٹھ کر نہ جانے کب تک اکیلے باتیں کرتے رہے، ہماری یہ آخری ملاقات تھی۔ ملاقات کیا تھی؟ کہ محبت و پیار کی ایسی محفل جس کی چاشنی اور حلاوت آج بھی جب میں یہ داستان لکھ رہا ہوں میرے دل و دماغ پر ایک عجیب کیفیت طاری کیے ہوئے ہے۔ اس کی باتیں آج بھی کانوں میں رس گھولتی محسوس ہوتی ہیں۔ مگر اس کے ساتھ اس سے بچھڑ جانے کا غم بھی دل پہ قیامت کا سماں پیدا کر رہا ہے۔ اس ملاقات سے دوسرے روز ہی مجھے میرے ماموں ساتھ لے کر میری خالہ کے پاس ایک گاؤں لے گئے تقریباً ایک ہفتہ میں گاؤں میں رہا اس دوران شہر کے بارے میں خبریں سن کر پریشان ہو جاتا اور اپنی والدہ کے لیے روتا رہتا۔ چونکہ اس وقت ہیضے کی وبا نے پورے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور اموات کی تعداد اتنی ہو گئی تھی کہ شہر میں رہنا مشکل ہو چکا تھا۔ لوگ گھروں کو تالے لگا کر شہر چھوڑ گئے۔ چونکہ میری والدہ چنیوٹ میں اکیلی تھیں، والد صاحب مرحوم اس وقت کاکول اکیڈمی میں ''کیڈٹس'' کو انگلش گرامر پڑھانے پر مامور تھے۔ میں اپنی خالہ کے

پاس دن رات اپنی والدہ کے لیے روتا تھا۔ میری خالہ نے ایک روز مجھے پنڈی بھٹیاں سے ایک بس پر چنیوٹ کے لیے سوار کروادیا جب میں چنیوٹ اڈے پر اترا تو کوئی بشر مجھے کہیں نظر نہ آیا۔ ایک پر ہول سناٹا تھا جو دل ودماغ پر خوف کی چادر تانے مجھے خوف زدہ کر رہا تھا۔ شہر جانے کی بجائے میں اڈے کے قریب چچا ڈاکٹر عزیز علی کے گھر آ گیا۔ ان کی اہلیہ مجھے اپنے بیٹوں کی طرح چاہتی تھی اس نے مجھے پریشان دیکھ کر سینے سے لگا لیا پیار کیا۔ دلاسا دیا اور شہر کے غیر معمولی واقعات سے بھی مجھے آگاہ کیا۔ پھر کچھ وقفہ کے بعد ایک لمبا اور گہرا سانس بھرتے ہوئے عزیز بھراڑے کی موت کی خبر سنادی۔ عزیز بھراڑہ ان کا رشتہ دار بھی تھا اور انہیں ہماری دوستی کا بھی علم تھا میں تو خبر سنتے ہی سکتے میں آ گیا۔ زبان سے کچھ نہ کہہ سکا۔ گھر سے باہر آ کر ان کے مکان کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے نہ جانے کتنی دیر بیٹھا رہا۔ اور عزیز کی موت کی خبر پر طرح طرح کے خیالات سے اپنے دل پہ غم واندوہ کے چرکے لگاتا رہا۔ آخر جی کڑا کر کے اٹھا۔ مجھ میں چلنے کی ہمت نہ تھی مگر چلنا پڑا راستہ انتہائی خوفناک تھا۔ گھر تک مجھے صرف ایک یا دو آدمی ملے ہوں گے۔ دکانیں بند، مکانوں کو تالے، شہر سنسان، دیوار و در سے خوف آتا تھا۔ گھر آیا تو اپنے گھر پہ بھی تالہ لگا ہوا تھا مزید پریشان ہوگیا۔ اب کیا کروں، سوچا بڑے ماموں کے گھر جاؤں شاید وہاں کوئی ہو تو ان سے والدہ کے بارے میں دریافت کروں۔ جی کڑا کے پھر وہاں سے اپنے بڑے ماموں مولوی محمد دین راجھہ مرحوم کے گھر آیا تو وہاں میرے ماموں زاد بھائی محمد اسحاق راجھہ موجود تھے۔ مجھے دیکھ کر حیران ہوئے۔ انہوں نے کہا تم کہاں آ گئے ہو؟ تمہاری والدہ ''رتلے'' تو سکھیکی منڈی کے ساتھ ایک گاؤں ہے وہاں چلی گئی ہیں۔ ہمارے گھر والے بھی ان کے ساتھ ہی ہیں۔ بھائی اسحاق نے ایک روٹی چینی پر لیموں نچوڑ کر مجھے کھلائی اور پھر میں بس میں بیٹھ کر اپنی والدہ کے پاس اس گاؤں میں آیا۔ والدہ اور دونوں بھائیوں صغیر اور نصیر کو دیکھ کر خوش ہوا مگر اس کے باوجود میرے اوسان پر عزیز کی موت چھائی ہوئی تھی رہ رہ کر مجھے اس کا خیال ستاتا اور میں مضطرب ہو کر رہ جاتا۔ اس دوران چنیوٹ میں بارش ہوئی اور وبا کا اثر ختم ہوا تو بند مکان کھلنے لگے۔ میں بھی اپنی والدہ کے ساتھ واپس چنیوٹ آ گیا۔ لیکن گھر میں اکثر پریشان اور خاموش رہتا۔ والدہ نے کئی مرتبہ پریشانی کی وجہ پوچھی مگر میں جواب نہ دیتا۔ گھر سے نکل کر عزیز کے مکان کے سامنے جا بیٹھتا، سوچتا شاید خبر غلط ہو، عزیز ادھر سے آ جائے گا۔ اس گلی سے نکل کر میرے سامنے آئے گا تو میں اس سے باتیں کروں گا لیکن کہاں، یہ سب تو نفسیاتی طور پر اس کی موت کو قبول نہ کرنے کی باتیں تھی۔

جب میں دوسرے احرار دوستوں سے ملا تو اس وقت مجھے اس کی موت کے بارے میں یہ تفصیل موصول ہوئی کہ موت والے دن صبح روزہ رکھ کر وہ چند لڑکوں کے ساتھ دریا پر چلا گیا تھا۔ واپسی پر روزہ افطار کیا تو رات کو طبیعت خراب ہوگئی، صبح سورج طلوع ہونے سے پیشتر ہی اللہ کو پیارا ہوگیا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ جس رات اس کی موت واقع ہوئی صبح کو اس کے باپ نے قادیان جانے کا پروگرام بنایا ہوا تھا۔ وہ اسے قادیان لے جا کر اسے مرزا بشیر الدین سے اس کی بیعت کروانا چاہتا تھا۔ لیکن سامان بندھا رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تجھے قادیان نہیں جنت لے جاتا ہوں۔ کہ تیرا مقام

قادیان نہیں ہے، جنت ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ جنت میں ہی ہوگا۔

ادھر والدہ صاحبہ کو بھی میں نے اپنی خاموشی و پریشانی کی وجہ بتا دی کہ مجھے عزیز کے بچھڑنے کا دکھ اور غم ہے انہوں نے کہا کہ وہ تو چند روز پہلے میرے بلوانے پر میرے پاس آیا تھا میں نے اسے تیرے والد کو خط لکھنے کے لیے کہا اس نے خط لکھ کر بھیج دیا اور پوچھ رہا تھا کہ شبیر نے کب واپس آنا ہے میں تو اس کے لیے اور اداس ہوں۔ اسے جلدی بلوا دو لیکن اسے کیا معلوم کہ اب اس سے ملاقات اس جہان میں تو نہیں البتہ اس جہان میں ضرور ہوگی۔ بعد میں ہم سب احراری نونہال ایک مدت تک اس دن کو جس دن عزیز کا انتقال ہوا تھا ''عزیز ڈے'' کے طور پر مناتے رہے۔ لیکن یہ خواہش حسرت ہی بن گئی کہ اس کی یاد میں کوئی ایک آنسو آنکھ سے ٹپک پڑے۔ یہ حسرت آج تک جب میں اس کی کہانی لکھ رہا ہوں پوری نہیں ہوئی۔ نہ جانے کیوں۔ دل کو تسلی دینے کے لیے اس کی یاد میں اپنا ہی شعر پڑھ لیتا ہوں

جب بھی یاد آتے ہیں خالد مجھے بچھڑے ساتھی
کچھ ستارے سے چمکتے سرِ مژگاں دیکھوں

یا پھر یہ شعر پڑھ کر اسے یاد کر لیتا ہوں

وہ اس طرح سے روح میں میری اتر گیا
بارش کی بوند سیپ میں جیسے ٹپک پڑے

(جاری ہے)

☆☆☆

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
27 اکتوبر 2011ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

ادارہ

اخبار الاحرار

قادیانی دہشت گرد پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کررہے ہیں
چناب نگر میں ناجائز اسلحہ کے ذخائر ہیں، حکومت آپریشن کرے
آئین سے انحراف کا دروازہ قادیانیوں نے کھولا

لاہور میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس سے رہنماؤں کا خطاب

لاہور (۷؍ستمبر) مرکز احرار لاہور میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے مقررین نے کہا کہ قادیانی مذہبی نہیں ایک گمراہ سیاسی گروہ ہے جو یہودی ایجنڈے کے مطابق پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کررہے ہیں۔قومی اسمبلی کی ۱۹۷۴ء کی کارروائی اوپن ہونے کے بعد قادیانیوں کو اپنے باطل مذہب سے توبہ اور یہودیوں کی نوکری چھوڑ دینی چاہیے۔قادیانی اسلام اور مسلمانوں کے نام پر دھوکا دینا بند کردیں۔اب ان کے پاس اسلام قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔کانفرنس کی صدارت مجلس احرار اسلام کے نائب امیر پروفیسر خالد شبیر احمد نے کی۔انہوں نے کہا کہ قادیانی اپنے بارے میں پارلیمنٹ کے آئینی فیصلے کو تسلیم کرلیں ورنہ مجلس احرار اسلام ان کے خلاف جنگ جاری رکھے گی۔ پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی نے کہا کہ دستور کی بالا دستی کا اوّلین تقاضا یہ ہے کہ چیف جسٹس آف پاکستان قادیانیوں کی طرف سے دستوری فیصلے کو مسترد کرنے اور متوازی عدالتی نظام قائم کرنے کا نوٹس لیں کیونکہ ۱۹۷۳ء میں دستور کے نفاذ کے بعد ۱۹۷۴ء میں دستوری فیصلوں سے انحراف کا دروازہ سب سے پہلے قادیانیوں نے کھولا تھا۔انہوں نے کہا کہ قادیانی عالمی استعمار کے ایجنٹ ہیں جو پاکستان کی سلامتی کے خلاف سازشیں کررہے ہیں۔ان کے خلاف دینی قوتوں کی نئی صف بندی کی ضرورت ہے۔مجلس احرار اسلام کے مرکزی نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ قادیانیت کی ہوا اکھڑ چکی ہے۔ اب وہ زیادہ دیر تک مسلمانوں کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ چناب نگر میں قادیانی کئی ایکڑ سرکاری اراضی پر قابض ہیں اور خدام الاحمدیہ نامی دہشت گرد تنظیم کے پاس ناجائز اسلحہ کے ذخائر موجود ہیں۔حکومت ایک سرچ آپریشن چناب نگر میں بھی کرے۔ہم چناب نگر کو اسرائیل نہیں بننے دیں گے۔انہوں نے کہا کہ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں قادیانی فتنہ کی سرکوبی ہوئی جس کی وجہ سے قادیانیوں نے ہی بھٹو کو پھانسی لگوایا۔پیپلز پارٹی اپنے قائد کے کارنامے کو زندہ رکھے۔ جمعیت علماء اسلام (ف) کے سیکرٹری اطلاعات مولانا محمد امجد خان نے کہا کہ ہم پارلیمنٹ کے اندر اور باہر آئین کے تحفظ اور نفاذ کی جنگ کرتے رہیں گے۔قادیانیوں کے سربراہ مرزا ناصر اسمبلی میں مولانا مفتی محمودؒ کے دلائل کے سامنے لاجواب ہوگئے تھے۔اہل سنت والجماعت پنجاب کے صدر مولانا شمس الرحمٰن معاویہ نے کہ ہم جنگِ یمامہ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جان کی بازی لگا کر عقیدۂ ختمِ نبوت کی حفاظت کریں گے۔انہوں نے کہا کہ عقیدۂ ختمِ نبوت ہی امت مسلمہ کے اتحاد و یکجہتی کی اساس ہے،تحریک حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امیر حمزہ نے کہا کہ قادیانی اسلام اور وطن کے دشمن ہیں۔انہوں نے ہمارے ایٹمی راز امریکہ کو فراہم کیے۔کانفرنس سے مجلس احرار اسلام کے میاں محمد اویس، قاری محمد یوسف احرار، عابد مسعود ڈوگر، مولانا منظور احمد، مسلم لیگ (ن) کے ایم پی اے حافظ میاں نعمان، خاکسار تحریک کے رانا محمد ایوب، جمعیت علماء پاکستان کے سید نور المصطفیٰ قادری اور ورلڈ پاسبان ختم نبوت کے علامہ ممتاز اعوان نے بھی خطاب کیا۔جب کہ سید سلمان گیلانی نے منظوم خراجِ تحسین پیش کیا۔

کمالیہ: انتظامیہ کی یوم ختم نبوت پروگرام روکنے کی کوشش

کمالیہ (۱۱ر ستمبر) یومِ ختمِ نبوت کے سلسلے میں پروگرام انتظامیہ کی نظر میں دہشت گردی بن گیا۔ انتظامیہ نے یومِ ختمِ نبوت کے سلسلے میں لگائے ہوئے بینرز اتار دیے۔ یوم ختم نبوت کے بینرز اتارنے سے روکنے پر مذہبی رہنما گرفتار، مقامی علما کرام کا انتظامیہ کے رویے پر بھرپور احتجاج اور ہنگامی پریس کانفرنس میں اعلیٰ حکام سے فوری نوٹس لینے کا مطالبہ۔ تفصیلات کے مطابق یومِ ختمِ نبوت کے سلسلے میں مجلس احرارِ اسلام کے زیرِ انتظام مدرسہ جامعہ کریمیہ کمالیہ میں ۹ر ستمبر کے خطبۂ جمعہ کے لیے مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی جنرل سیکرٹری عبداللطیف خالد چیمہ کا بیان طے کیا گیا۔ مقامی انتظامیہ نے مدرسہ انتظامیہ اور مجلس احرارِ اسلام کمالیہ کے رہنماؤں کو عبداللطیف خالد چیمہ کے خطبۂ جمعہ سے علاقے میں بدامنی اور فساد ہونے کا کہہ کر پروگرام ختم کرنے پر زور دینا شروع کر دیا اور عبداللطیف خالد چیمہ کا تعلق کالعدم سپاہ صحابہ سے ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ خطبہ جمعہ کے لیے عبداللطیف خالد چیمہ بوجہ علالت نہ آسکے اور ان کی جگہ مجلس احرارِ اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری مولانا عابد مسعود نے خطبہ جمعہ دیا۔ بعدازاں دیہی علاقہ خان دا چک میں انتظامیہ نے یومِ ختمِ نبوت کے سلسلے میں لگے ہوئے بینرز اتار دیے اور بینرز اتارنے سے منع کرنے پر جمعیت طلبہ اسلام کے رہنما حافظ عدیل ارشد کو حراست میں لے لیا۔ مدرسہ عربیہ نعمانیہ کمالیہ میں جمعیت علما اسلام کمالیہ کے رہنما قاری عمر فاروق نے علما کے ساتھ ہنگامی طور پر پریس کانفرنس کی اور مقامی انتظامیہ کا قبلہ درست کرنے کا مطالبہ کیا۔

منکرین ختم نبوت کا تعاقب جاری رکھیں گے: مولانا عابد مسعود

ٹوبہ ٹیک سنگھ (۱۲ر ستمبر) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات مولانا محمد عابد مسعود نے کہا ہے کہ وفاقی وزیر داخلہ رحمٰن ملک مُلک میں ایک مذہبی سوالیہ نشان بن چکے ہیں۔ انہیں اپنی مذہبی پوزیشن واضح کرنی چاہیے کہ وہ قادیانیوں کو کیا سمجھتے ہیں۔ آج تک منکرینِ ختمِ نبوت قادیانیوں نے پاکستان کے وجود ہی کو تسلیم نہیں کیا۔ وہ ملک سے کیا وفاداری کریں گے۔ بلکہ وہ اسرائیل اور انڈیا کے جاسوس ہیں۔ کراچی سمیت ملک بھر میں بدامنی کی آگ پھیلانے میں قادیانیوں کا ہاتھ کارفرما ہے۔ ان خیالات کا اظہار انھوں نے جامعہ مسجد کریمیہ محلّہ محبّ علی شاہ کمالیہ میں منعقدہ ایک تقریب بسلسلہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے تاریخی فیصلے کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے ایک تقریب سے خطاب کے دوران کیا۔ انھوں نے کہا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لیے ہزاروں مسلمانوں نے اپنی جانیں قربان کیں اور پھر یہ مسئلہ حل ہوا۔ جب تک ہمارا ایک بچہ بھی زندہ ہے، منکرینِ ختم نبوت کا تعاقب جاری رکھیں گے۔ اس موقع پر مجلس احرارِ اسلام کمالیہ کے رہنما ماسٹر عبدالکریم، حاجی احسان احمد احسان اور محمد طیب کمالوی بھی موجود تھے۔

تھانہ صدر کمالیہ کے ایس ایچ او نے ختم نبوت کے بینرز شرانگیز قرار دے دیے

ٹوبہ ٹیک سنگھ (۱۲ر ستمبر) تھانہ صدر کمالیہ کے ایس ایچ او پر توہین رسالت کا الزام، نواحی گاؤں خان دا چک کمالیہ میں یومِ ختمِ نبوت کے حوالے سے لگائے گئے بینرز کو مبینہ طور پر شرانگیزی قرار دیا، جس پر مقامی علما کرام سمیت دیگر مذہبی و سیاسی رہنماؤں نے شدید احتجاج کیا اور اس کے خلاف توہین رسالت ایکٹ ۲۹۵ کے تحت مقدمہ درج کر کے اسے فوری گرفتار کرنے کا مطالبہ کیا ہے، بصورت دیگر ۱۶ر ستمبر کو کمالیہ میں بھرپور احتجاج کی دھمکی دی ہے۔ اتوار کے روز مدرسہ عربیہ نعمانیہ کمالیہ میں ایک ہنگامی پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ادارہ نعمانیہ کمالیہ کے مہتمم قاری محمد عمر صدیقی، جمعیت علما اسلام کے رہنماؤں مولانا حفیظ الرحمٰن رشیدی، حافظ ڈاکٹر عبدالغنی خالد، مولانا عبید الرحمٰن ضیا، مولانا صاحب زادہ راشد محمود ضیا، حافظ محمد اقبال، ماسٹر عبدالعزیز شیخ، حافظ عدیل ارشد، پاکستان مسلم لیگ ن کمالیہ کے رہنما قاری محمد اسلم فاروقی، اتحاد اہل سنت والجماعت کمالیہ کے

رہنما مولانا حسن معاویہ، مجلس احرار اسلام رہنما حاجی احسان احمد احسان، حافظ محمد الیاس گجر نے کہا کہ تھانہ صدر کمالیہ کے ایس ایچ او الیاس جٹ نے نواحی گاؤں چک خان دا کمالیہ میں یومِ ختمِ نبوت کے حوالے سے لگائے گئے بینرز کو شرانگیزی قرار دے کر سرِ عام توہینِ رسالت کی ہے ایسے بدبخت گستاخِ رسول کے خلاف کارروائی کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ ایس ایچ او نے علما کرام کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کیے جو ناقابل برداشت ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم قانون کی بالادستی پر یقین رکھتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی عاشق رسول غازی اپنا کام دکھائے۔ انہوں نے وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی، وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف، آئی جی پولیس پنجاب جاوید اقبال، ڈی آئی جی پولیس فیصل آباد آفتاب احمد سمیت دیگر حکام بالا سے مطالبہ کیا ہے کہ مذکورہ گستاخِ رسول ایس ایچ او کے خلاف توہینِ رسالت ایکٹ ۲۹۵ کے تحت مقدمہ درج کر کے اسے فوری گرفتار کیا جائے۔ ورنہ ۱۶ ستمبر کو کمالیہ میں بھرپور احتجاج کیا جائے گا اور پھر تمام حالات کی ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔

حدیث اور سنت حجت ہیں، ان کے بغیر دین کی تشریح گمراہی ہے

شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق مدظلہ کا مدرسہ معمورہ میں مشکوٰۃ شریف کے افتتاحی سبق میں خطاب

ملتان (۱۹ ستمبر) مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم ملتان کے نئے تعلیمی سال کے افتتاح اور مشکوٰۃ شریف کے ابتدائی درس کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے جامعہ خیر المدارس کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ایک درجے کی معصومیت حاصل ہے۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ حضراتِ صحابہ کرام کے اقوال وافعال بھی حجت اور حدیث کا درجہ رکھتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ دنیاوی عہدے اور مفادات کی غرض سے علم حدیث پڑھنا حدیث کی بدترین توہین ہے۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے سونے چاندی کے بدلے میں گھٹیا چیزیں خریدی جائیں۔ انھوں نے کہا کہ دینی علوم حاصل کرنے کے دو ہی طریقے ہیں۔ محنت اور تقویٰ، تقویٰ کے بغیر محنت تو ناکام ہوسکتی ہے لیکن تقویٰ کا راستہ یقینی کامیابی کا راستہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو حدیث اور نعمت کہا ہے۔ حدیث ہی احکام الٰہی کی تشریح ہے۔ حدیث اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر دین کی تشریح گمراہی ہے۔ قرآن وحدیث اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی حصولِ دین کے حقیقی ذرائع اور منبع ہیں۔ حدیثِ رسول حجت ہے اور انکارِ حدیث گمراہی اور فتنہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ محدثین اور علماء کرام طالبانِ علوم دین میں محنت اور تقویٰ کی صفات پیدا کرتے آئے ہیں اور رشد وہدایت کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ انھوں نے کہا کہ ادب حصولِ علم کی پہلی شرط ہے۔ ادب کی وجہ سے ہی لوگ عزت کے مرتبے پر پہنچے ہیں اور جو بھی عزت کے مقام سے نیچے گرا ہے۔ وہ بے ادبی کی وجہ سے ہی گرا ہے۔ اس موقع پر مدرسہ معمورہ کے مہتمم حضرت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری، ناظم سید محمد کفیل بخاری، ابن ابوذر سید محمد معاویہ بخاری اور مدرسہ کے تمام اساتذہ اور طلباء موجود تھے۔

پاکستان کی نظریاتی وجغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لیے ہر قربانی دیں گے

قادیانی ۱۹۷۴ء کے متفقہ دستوری فیصلے کو تسلیم کرلیں

مولانا فضل الرحمٰن کی دارِ بنی ہاشم میں سید محمد کفیل بخاری سے گفتگو

ملتان (۲۰ ستمبر) جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لیے ہر قربانی دیں گے حکمران ملک میں امن وامان کے قیام کے ذمہ دار ہیں۔ آفات اور مصائب اللہ کی طرف رجوع اور استغفار سے ہی ٹل سکتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے دارِ بنی ہاشم میں مجلس

احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری سے ملاقات کے دوران گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر جامعہ قاسم العلوم کے نائب مہتمم حضرت مولانا یٰسین بھی موجود تھے۔

انھوں نے کہا کہ قادیانی ۱۹۷۴ء کے متفقہ دستوری فیصلے سے انحراف کر رہے ہیں۔ وہ آئین میں اپنی طے شدہ حیثیت کو تسلیم کرنے سے نہ صرف انکار کر رہے ہیں بلکہ پاکستان کے خلاف بین الاقوامی استعماری سازشوں میں شریک ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم ہر محاذ پر پوری قوت سے اسلام اور پاکستان کا دفاع کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ آئین میں پاکستان کی نظریاتی حیثیت کا تعین ہو چکا ہے۔ ہم آئین کی عملداری اور تحفظ کی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ انہوں نے کہا کہ عالمی استعمار پاکستان کے خلاف سازشیں کر رہا ہے لسانی اور گروہی تعصّبات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ملک کی سلامتی اور دفاع کو ناقابلِ شکست بنانا پوری قوم کی ذمہ داری ہے۔ انھوں نے کہا کہ دینی مدارس اور دینی جماعتیں اسلام اور پاکستان کے قلعے اور فطری محافظ ہیں۔ ہم وطن عزیز کے خلاف ہونے والی ہر سازش کو ناکام بنادیں گے۔ پارلیمنٹ کے اندر اور باہر اپنی آئینی اور پر امن جدوجہد جاری رکھیں گے۔

چیچہ وطنی کی ڈائری

چیچہ وطنی (رپورٹ: شاہد حمید) ۶ ستمبر منگل کو جناب سید محمد کفیل بخاری چیچہ وطنی تشریف لائے اور جناب عبداللطیف خالد چیمہ کی عیادت کے بعد تحفظ ختم نبوت کانفرنس لاہور کے لیے عازم سفر ہوئے، ۷ ستمبر بدھ کو حافظ محمد عابد مسعود اور مولانا منظور احمد نے دفتر مرکزیہ میں ''یوم تحفظ ختم نبوت'' کے اجتماع میں شرکت کے لیے لاہور کا سفر کیا، ۹ ستمبر جمعۃ المبارک کو جناب حافظ محمد عابد مسعود نے مجلس احرارِ اسلام کمالیہ کے زیر اہتمام مسجد کریمیہ میں ''یومِ تحفظ ختم نبوت'' کے پروگرام میں شرکت و خطاب کیا۔ بعد ازاں احباب و صحافیوں سے ملاقات کی حافظ حبیب اللہ رشیدی بھی ان کے ہمراہ تھے، ۱۰ ستمبر ہفتہ کو اہلسنت والجماعت پاکستان کے سربراہ مولانا محمد احمد لدھیانوی نے چیچہ وطنی کے ہسپتال میں جناب عبداللطیف خالد چیمہ کی بیمار پرسی کی، ۱۵ ستمبر جمعرات کو بورے والا پریس کلب میں ''ختمِ نبوت سیمینار'' میں مجلس احرارِ اسلام کی نمائندگی حافظ محمد عابد مسعود نے کی راقم بھی ہمراہ تھا بورے والا کے احبابِ احرار بھی موجود تھے، ۱۸ ستمبر اتوار خانقاہ سراجیہ مجددیہ نقشبندیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشین حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد چیچہ وطنی تشریف لائے اور اپنے متوسلین کے ہمراہ چک نمبر ۴۲-۱۲۔ ایل میں مدرسہ عربیہ رحیمیہ (خانقاہ رشیدیہ) تشریف لے گئے جہاں انہوں نے عبداللطیف خالد چیمہ کی بیمار پرسی بھی کی اور دعا کرائی حضرت حافظ عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ کی علیل اہلیہ محترمہ (عبداللطیف خالد چیمہ، جاوید اقبال چیمہ اور حافظ حبیب اللہ چیمہ کی والدہ ماجدہ) کی عیادت کی اور دعائے خیر کرائی اُسی روز بعد نماز مغرب مرکز سراجیہ لاہور کے مدیر جناب صاحبزادہ رشید احمد دفتر احرار چیچہ وطنی تشریف لائے اور عبداللطیف خالد چیمہ کی عیادت کی اُن کے متوسلین نے بھی اُن سے ملاقات کی، ۱۹ ستمبر پیر کو رات قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری عبداللطیف خالد چیمہ کی عیادت کے لیے چیچہ وطنی تشریف لائے، ۲۰ ستمبر کو انہوں نے چک نمبر 42-12۔ ایل میں عبداللطیف خالد چیمہ کی والدہ محترمہ کی بیمار پرسی کی سہ پہر کو ساہیوال تشریف لے گئے اور جامعہ رشیدیہ میں قاری حزب اللہ رشیدی کے انتقال پر تعزیت اور جامعہ رشیدیہ میں تعزیتی بیان کے بعد جامعہ اشرفیہ عیدگاہ ساہیوال میں حضرت مولانا عبدالستار کی عیادت کی عبداللطیف خالد چیمہ اور حافظ محمد سلیم اُن کے ہمراہ تھے بعد ازاں عبداللطیف خالد چیمہ نے ساہیوال میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے جنرل سیکرٹری قاری عبدالجبار کی والدہ ماجدہ کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کیا۔ قاری منظور احمد طاہر، قاری عتیق الرحمٰن، مولانا محمد شفیع قاسمی، چودھری سردار محمد، مولانا عبدالباسط، مفتی عبدالصمد سمیت متعدد حضرات نے حضرت پیر جی مدظلہ اور خالد چیمہ سے ملاقات اور تبادلہ احوال کیا۔

اسی روز بعد نماز عشاء حضرت پیر جی صاحب نے جامع مسجد چیچہ وطنی کے خطیب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ارشاد اور جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد نذیر کے اعزاز میں ضیافت کا اہتمام کیا اور پرانی یادوں کے تذکرے کو زندہ کیا۔ ۲۱ ؍ستمبر کو پیر جی مدظلہ عازم سفر ہوئے، ۲۱ ؍ستمبر بدھ کو بعد نماز عشاء جماعت کے معاون جناب محمد عمران اسلم اور قاضی عبدالقدیر نے جناب عبداللطیف خالد چیمہ کی صحت یابی پر احباب کی ضیافت کا اہتمام کیا۔

چناب نگر سے بڑی مقدار میں ناجائز اسلحہ، منشیات اور جعلی شناختی کارڈ برآمد

غیر جانبدارانہ آپریشن کی ضرورت ہے (عبداللطیف خالد چیمہ)

لاہور (پ ر) متحدہ تحریک ختمِ نبوت پاکستان کی مرکزی رابطہ کمیٹی کے کنونیئر اور مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ چناب نگر (ربوہ) سے ناجائز اسلحے اور منشیات کی برآمدگی پر کوئی حیرت نہیں بلکہ اس سے دینی حلقوں کے خدشات کو تقویت ملی ہے کہ ربوہ میں قادیانی جماعت کے ہیڈ کوارٹر اور ذیلی دفاتر میں اسلحہ کے ڈپو قائم ہیں اور ملک بھر میں ہونے والی دہشت گردی کے ڈانڈے ربوہ میں ملتے ہیں ایک انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ رسوائے زمانہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے بڑی مقدار میں غیر قانونی اسلحہ اور منشیات کی برآمدگی، فرضی اور جعلی شناختی کارڈ، سرکاری مہریں اور بعض دستاویزات کی برآمدگی نے حکومتی رٹ پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے؟

ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ سول اور فوجی بیوروکریسی اور اسٹیبلشمنٹ میں مسلط دین و ملک دشمن اور قادیانی گروہ امریکی وصہیونی ایجنڈے کو آگے بڑھا کر ملک کو مزید عدم استحکام کی طرف لے جا کر ملکی سلامتی کو داؤ پر لگا رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ صرف ضیاء الاسلام پریس کا دفتر ہی نہیں پورے ربوہ کے غیر جانبدارانہ آپریشن کی ضرورت ہے اور چناب نگر کو دوبارہ ربوہ بنانے کی خطرناک سازش کے توڑ کے لئے فوری اور مؤثر اقدامات نہ کئے گئے تو صورتحال کی کشیدگی خطرناک حد تک بڑھ جائے گی ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ قادیانی جماعت کو ۱۱۰۳۴ ایکڑ رقبہ کوڑیوں کے بھاؤ الاٹ کیا گیا تھا لیکن اب قادیانی جماعت اصل رقبے سے تین گنا رقبے پر ناجائز قابض ہے اور فیصل آباد اور چنیوٹ کی سرکاری انتظامیہ قادیانی قبضوں کی مکمل سرپرستی کر کے لاقانونیت اور قادیانیت نوازی کا بدترین مظاہرہ کر رہی ہے عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ صوبائی و مرکزی حکومتوں نے چناب نگر میں سرکاری رٹ قائم نہ کی تو ایک لاوا اندر پک رہا ہے جو پھٹ گیا تو ہولناک کشیدگی جنم لے گی، انہوں نے الزام عائد کیا کہ سیکرٹری وزارت داخلہ سندھ سکہ بند قادیانی ہے جو کراچی کے حالات کو مزید بگاڑ رہا ہے، انہوں نے مطالبہ کیا کہ ربوہ میں مسلم اداروں اور مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے ربوہ کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں اور سرکاری اراضی پر قادیانیوں کے بڑھتے ہوئے ناجائز قبضے کو ختم کرایا جائے انہوں نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ مساجد سے مشابہت رکھنے والی قادیانی عبادت گاہوں کو مسمار کیا جائے اور امتناع قادیانیت ایکٹ کی روشنی میں قادیانیوں کو اسلامی شعائر و علامات کے استعمال سے قانوناً روکا جائے۔

☆☆☆

ادارہ

مسافرانِ آخرت

☆حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمتہ اللہ علیہ کی بھاوج، مولانا صاحبزادہ عزیز احمد اور مولانا صاحبزادہ رشید احمد کی خوشدامن مرحومہ
☆ **قاری حزب اللہ رشیدی شہید**: جامعہ رشیدیہ ساہی وال کے خازن، حضرت مولانا قاری لطف اللہ شہیدؒ کے فرزند اور مولانا حبیب اللہ رشیدیؒ کے بھتیجے جناب حزب اللہ رشیدی کو ۲۸ ر رمضان ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۹ ر اگست بروز سوموار، مدرسہ میں ایک شقی القلب بدبخت نے شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قاتل گرفتار ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور قاتل کو قرارِ واقعی سزا ملے۔
☆فدائے احرار مولانا محمد گل شیر شہید رحمتہ اللہ علیہ کے خالہ زاد، بزرگ احرار کارکن حاجی محمد یٰسین مرحوم، انتقال: ۱۹ ر ستمبر، بلھووالی ضلع اٹک
☆**اہلیہ مرحومہ شیخ نثار احمد**: مجلس احرارِ اسلام کے قدیم کارکن جناب شیخ نثار احمد (لاہور) کی اہلیہ شیخ آفتاب احمد اور شیخ محسن نثار کی والدہ اور سٹینڈرڈ بیکری ملتان کے شیخ نیاز احمد کی چچی صاحبہ۔ انتقال ۲۶ ر رمضان ۱۴۳۲ھ، ۲۷ ر اگست ۲۰۱۱ء ہفتہ۔ لاہور
☆**والدہ مرحومہ مولانا سلطان محمود ضیاء**: جامعہ خلفاء راشدین ملتان کے مہتمم اور معروف خطیب مولانا سلطان محمود ضیاء کی والدہ مرحومہ۔ انتقال: ۲۸ ر رمضان ۱۴۳۲ھ، ۲۹ ر اگست ۲۰۱۱ء۔ سوموار
☆**محبوب الرحمٰن مرحوم**: مجلس احرارِ اسلام صادق آباد کے کارکن اور مسجد کے منتظم مولوی فضل الرحمٰن صاحب کے جواں سال فرزند محبوب الرحمٰن مرحوم، انتقال: ۲۶ ر رمضان ۱۴۳۲ھ، ۲۷ ر اگست ۲۰۱۱ء۔ ہفتہ
☆**والدہ مرحومہ مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی**: عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی کی والدہ ماجدہ، برادران ثناء اللہ، عطاء اللہ کی دادی صاحبہ۔ انتقال: ۵ ر شوال ۱۴۳۲ھ، ۴ ر ستمبر ۲۰۱۱ء۔ اتوار
☆**محمد عمر چوہان مرحوم**: مجلس احرار اسلام رحیم یار خان کے رہنما مولانا فقیر اللہ کے کمسن پوتے، عزیزم محمد معاویہ کے بیٹے اور جناب حافظ عبدالرحیم نیاز کے نواسے محمد عمر، انتقال: ۱۰ ر شوال ۱۴۳۲ھ، ۹ ر ستمبر ۲۰۱۱ء، جمعہ۔ اللہ تعالیٰ معصوم بچے کو والدین کے لیے مغفرت کا ذریعہ بنائے (آمین)
☆ **مولانا عبدالرحمٰن عثمانی**، خطیب مسجد سیدنا علی المرتضیٰ تلہ گنگ اور صاحبزادہ ابوبکر نقشبندی (حضرت پیر عبدالرحیم نقشبندی کے نواسے) ۷ ر ستمبر کو ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شرکت کے بعد واپس جاتے ہوئے ٹریفک حادثے میں شہید ہو گئے۔
☆ **حاجی عبدالخالق مرحوم**: تلہ گنگ میں ہمارے کرم فرما حاجی خدا بخش کے بیٹے اور حاجی فضل حسین کے بھائی حاجی عبدالخالق مرحوم
☆**خالہ مرحومہ حافظ شفیق الرحمٰن**: حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کے رفیق سفر حافظ شفیق الرحمٰن کی خالہ مرحومہ۔ انتقال: ۲۲ ر ستمبر ۲۰۱۱ء
☆**عطاء اللہ صدیقی مرحوم**: ادارہ ''محدث'' لاہور کے رکن، حکومت پنجاب کے سیکرٹری، ممتاز کالم نگار اور محقق جناب عطاء اللہ صدیقی ۱۳ ر شوال ۱۴۳۲ھ، ۱۲ ر ستمبر ۲۰۱۱ء، سوموار۔ ڈینگی بخار کی وجہ سے لاہور میں انتقال کر گئے۔ مرحوم دینی غیرت وحمیّت سے سرشار ایک سچے مسلمان اور صاحبِ قلم شخصیت تھے۔ انہوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے اسلام کی زبردست خدمت کی۔

قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، نائب امراء پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، سیکرٹری اطلاعات میاں محمد اویس، ڈپٹی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر محمد عمر فاروق اور ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر نے مرحومین کے لواحقین سے اظہارِ تعزیت اور دعائے مغفرت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائیں۔ (آمین)

احباب وقارئین تمام مرحومین کے لیے دعاء مغفرت وایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ بستانِ عائشہ

بانی

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ

1989

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

کی تعمیر شروع ہے

چھے درس گاہیں، وضوخانہ اور طہارت خانے تعمیر ہو چکے ہیں۔ تین درس گاہوں کی تعمیر باقی ہے۔

★ طالبات کے بیٹھنے کے لیے فرنیچر اور کتابوں کی الماریوں کا کام جاری ہے

★ جامعہ میں وفاق المدارس کے نصاب کے مطابق شعبہ حفظ و ناظرہ، ترجمۂ قرآن و تفسیر اور فقہ کی تعلیم جاری ہے

مخیر حضرات

نقد رقوم، اینٹیں، سیمنٹ سریا بجری اور دیگر سامانِ تعمیر دے کر جامعہ کے ساتھ تعاون فرمائیں

نوٹ

اپنے عطیات، زکوٰۃ و صدقات جامعہ کو عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ تاکہ جامعہ کا تعلیمی سلسلہ بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہ سکے۔ (جزاکم اللہ خیر)

تخمینہ	فی کمرہ لاگت
30,00,000	3,00,000
(تیس لاکھ روپے)	(تین لاکھ روپے)

ترسیلِ زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

رابطہ

061 - 4511961

0300-6326621

الداعی الی الخیر ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری مہتمم جامعہ بستانِ عائشہ ملتان

CARE کیئر

PHARMACY فارمیسی

Trusted Medicine Super Stores

سلیمی چوک	**مدینہ ٹاؤن**	**اقبال سٹیڈیم**
اعوان پلازہ	سوساں روڈ	بالمقابل سندباد
041-8540064	041-8543127	041-2605733
جناح کالونی	فیصل آباد میں پانچ برانچز الحمدللہ	**گلستان کالونی**
گلبرگ روڈ		نزد عزیز فاطمہ ہسپتال
041-2642833		041-2004509

اصلی اور معیاری ادویات کی مکمل ورائٹی کے ساتھ آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے کھلی ہیں

مستند کمپنیوں کی گارنٹیڈ ادویات کی مکمل رینج

سول یا الائیڈ ہسپتال جانے کی ضرورت نہیں فیصل آباد کا سب سے بڑا میڈیکل سٹور اب آپ کے علاقہ میں آپ کی خدمت کے لیے

ادویات کو قبل از وقت خراب ہونے سے بچانے کے لیے طبی معیار کے عین مطابق ائیر کنڈیشنڈ اور محفوظ صحت بخش ماحول

بجلی کے شدید بحران میں 24 گھنٹے جنریٹر کی سہولت کے ساتھ صرف کیئر فارمیسی پر ممکن ہے

Head Office: 1-Saint Mary's Park, Gulberg III, Lahore